



پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد



تحریک ترقی ایم الاسلام، کراچی (سندھ)

تور و تار

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

تحریک تقہیم الاسلام

کراچی (ہند)
اسلامی مجاہدین پاکستان

نعت شریف

آذ

(حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ عرشہ طریقت مولوی رشید احمد گنگوہی)

اچھا ہوں یا بُرا ہوں، غرض جو کچھ بھی ہوں، سو ہوں
پُر ہوں تمہارا، تم میرے مُختار یا رسول!

جس دن تم عاصیوں کے شفیع ہو گے پیشِ حقہ
اُس دن نہ بھولنا مجھے زہار یا رسول!

تم نے بھی گرنے کی خیر اس حالِ زار کی
اب جائے کہاں، بتاؤ، یہ لاچار یا رسول!

دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
کیا غم گرچہ ہوں میں، بہت توار، یا رسول!

کیا ڈر ہے اُس کو لشکرِ عصیان و جرم سے
تُم سا شفیع ہو، جس کا مددگار، یا رسول!

ہو آستانہ آپ کا، امداد کی جہیں
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں، درکار، یا رسول!

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی: کُل زائر معرفت، مطبوعہ بلالی دُحسانی پریس

سڈ ۱۰، ضلع انبالہ، (طبعِ تسلیم)، ۱۹۶۱ء

فہرس

۷	حرفِ آغاز
۱۵	آدم و ابلیس
۱۹	آداب رسالت
۲۵	توہین رسالت
۲۸	تعارف تقویۃ الایمان
۳۵	عبارات تقویۃ الایمان
۳۵	پہلی عبارت
۳۵	دوسری عبارت
۳۶	تیسری عبارت
۳۶	چوتھی عبارت
۳۹	پانچویں عبارت
۴۱	چھٹی عبارت
۴۳	ساتویں عبارت
۴۶	آٹھویں عبارت

۴۸	نویں عبارت
۴۹	دسویں عبارت
۵۱	گیارہویں عبارت
۵۲	بارہویں عبارت
۵۳	تیرہویں عبارت
۵۹	چودھویں عبارت
۶۲	پندرہویں عبارت
۶۴	سولہویں عبارت
۶۶	تاثرات و تمیزات



حرفِ آغاز

عقیدہ توحید بڑی قوت ہے۔ بڑی زبردست قوت۔ اس کا پرستار کبھی رسوا ہونہیں سکتا۔ مگر عقیدہ توحید وہ نہیں جو ابلیس نے پیش کیا کہ انبیاء و اولیاء سے پیٹھ پھیر کر بس اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیے۔ وہ عقیدہ توحید جو قرآن نے پیش کیا کہ دل میں انبیاء و اولیاء کی محبتیں اور عظمتیں لیتے اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیے۔

اقبال نے سچ کہا تھا کہ ہماری بد نصیبی و بد بختی یہ ہے کہ ہمارے جوان اسلاف سے بے تعلق ہو گئے۔ اس میں شک نہیں کہ انبیاء و اولیاء کی محبتیں قلبِ مسلم کے لئے ایک قسم کے لنگر ہیں۔ یہ لنگر ٹوٹ جائیں تو انسان کہیں کا نہیں رہتا۔ پھر نہ اللہ کا احترام رہتا ہے۔ نہ نبیت اللہ کا۔

جب زمین پر کوئی نبیا دہی نہیں تو عمارت کو زمین بوس ہونا ہے۔ قرآن سے یہی ثابت ہو رہا ہے۔ اور قرآن سے بڑھ کر کس کی شہادت ہے؟

وَالْعَصْرَانِ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ۔ ابلیس نے اس لنگر کو توڑا، بس اللہ ہی سے رشتہ جوڑا، آدم سے منہ موڑا۔ اس کا انجام جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا۔ قوتِ قلب و نظر کے لئے اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے محبوب بندوں سے بھی دل شاد و آباد ہونا چاہیے۔ لیکن اب بھی کوششیں ہو رہی ہیں کہ انبیاء و اولیاء سے عشق و محبت نہ جو بندھن بندھا ہوا ہے اس کو توڑ دیا جائے۔ شکست و ریخت کی اس مہم کا توحیدِ خالص کے نام سے پورا کیا جا رہا ہے۔

ہے۔ معیار یہ ہونا چاہیے کہ ایسی کتابیں :-

- جن میں اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں رسول اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اسلام کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اہل بیت اور ازواجِ مطہرات کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں صحابہ کی شان میں گستاخیاں ہوں
- جن میں اولیاء اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔

ان پر پابندی نہ لگائی جاسکے تو کم از کم ایسی گستاخانہ عبارات و کلمات کو نکال دیا جائے جو قلبِ مسلم کے لئے کرب ناک اور تکلیف دہ ہوں۔ اصل میں یہ حذوف و ترمیم کسی فرقے یا جماعت کے خلاف نہ ہوگی بلکہ نفرت و بے ادبی کے خلاف ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ نفرت و بے ادبی کسی رعایت کی مستحق ہی نہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ یہ فیصلہ کون کرے کہ عبارات گستاخانہ ہیں یا نہیں۔ سو اس کے لئے طریقہ کار یہ ہونا چاہیے کہ کتاب جس زبان میں ہو اس کے ماہر کے سامنے وہ عبارات پیش کی جائیں اور اس سے دریافت کیا جائے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ بعض گستاخانہ عبارات زبان و ادب کے دائرے میں آتی ہیں اور حریمِ محبت میں زبان کی ادنیٰ لغزش پر بھی سخت گرفت ہوتی ہے۔ یہاں دل و زبان دونوں کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے۔ ذرا زبان بے قابو ہوتی اور ایمان رخصت ہوا۔ بے شک ایمان کی سلامتی ادب میں ہے۔ ادب کی باتیں عقل نہیں بنا سکتی، یہ باتیں دل بنانا ہے اس لئے بے ادبی کا حال اہل ادب سے پوچھئے۔ اہل زبان سے پوچھئے۔ اور بے ادبی کا مال اہل شریعت سے پوچھئے۔

اس مقالے کا نام "نور و نار" اس لئے تجویز کیا ہے کہ اس میں اس پیکرِ نورانی کا ذکر ہے

کس کی مجال کہ ایسے محبوب کے لئے آگ سلگائے! — یہاں جلنے والی آگ بھی نہیں جلتی — ٹھنڈی ہو ہو جاتی ہے، مگر سے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

نور و نار کی یہ جنگ جاری ہے — ابلیس نے گستاخی رسول کی جو آگ جلاتی تھی وہ کبھی کبھی بھڑک اٹھتی ہے — مگر نار کی سوزشیں، نور کی تابشوں کے

سامنے ماند پڑ جاتی ہیں اور پھر نور ہی نور نظر آتا ہے۔ ع

دل نور، جگر نور، زباں نور، نظر نور

میرے بزرگو! اور میرے عزیزو! — دل کو عقیدہ توحید سے مضبوط و قوی کرو کہ

دل ناتواں و کمزور ہے — ہاں یہ مضبوط و قوی ہوگا تو محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی محبت سے — انبیاء علیہم السلام کی محبت سے — اہل بیت کی محبت سے

صحابہ کرام کی محبت سے — اولیاء عظام کی محبت سے —

علماء حق کی محبت سے — جو گلشنِ توحید کے گل بوٹے ہیں — جو معرفتِ الہی

کے وسیلے ہیں — جس طرح بے برگ و بار درخت کو پہچاننا مشکل ہے اسی طرح

ان حضرات کی محبت و رہنمائی کے بغیر شجرِ توحید کی حقیقت کا پانا مشکل ہے — جس طرح

آلاتِ مادہ اور قوائے روحانیہ کے بغیر فضاؤں کی بلندی تک پہنچنا ناممکن ہے اسی طرح ان

حضرات کو دیکھے بغیر عقل کا آگے بڑھنا اور معرفتِ الہی کا حاصل کرنا ناممکن ہے —

عقل کی اس دنیا میں عقل کی بات کیجئے — برگ و بار دیکھ کر درخت کو پہچانتے —

ان سہاروں کو لے کر آگے بڑھیئے — قرآن کا یہی حکم ہے — اللہ اللہ!

قرآن کھولتے ہی پیاروں اور محبوبوں کا ذکر شروع ہو جاتا ہے — ارشاد

ہوتا ہے :-

”ہم کو سیدھی راہ پر چلا، اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان لوگوں
کی جن پر تیرا غضب نازل ہوا“

یہاں حزب اللہ اور حزب الشیطان کا ذکر فرما کر حق کو باطن سے ممتاز کر دیا اور بتا دیا
کہ حزب اللہ وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور حضرات اہل اللہ سے محبت کرے۔
اُن کے نقش قدم کو پانے کی دعا کرے۔ اُن کے راستے پر چلنے کی آرزو کرے۔
اور جب وہ نقش قدم مل جاتے۔ اور جب وہ راستہ پالے۔ تو دل و جان
سے اُس پر چل کر منزل مقصود کو پالے۔ بے شک انہیں کے نشان قدم
منزل مقصود کا پتا دیتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا۔ ”سچوں کے ساتھ ہو جاؤ“

ہاں سے

چاہیے اچھٹوں کو جتنا چاہیے
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے؟

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(پرنسپل، ڈگری کالج، ٹھٹھہ)
(سندھ، پاکستان)

۱۴۰۳ھ

۱۹۸۲ء

نور و ناز

آدم و ابلیس

اللہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا۔۔۔۔۔ اپنے فرشتوں سے کرایا۔۔۔۔۔ اپنے سامنے کرایا۔۔۔۔۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کے آگے سجدہ نہ کرو۔۔۔۔۔ نبی و رسول کی تعظیم حد سے زیادہ نہ کرو۔۔۔۔۔ مگر یہ کیا ہو رہا ہے؟۔۔۔۔۔ یہ کیوں ہو رہا ہے؟۔۔۔۔۔ عقل جو اب ڈے۔۔۔۔۔ ابلیس بھی تو اللہ سے یہی کہہ رہا تھا جو ہم کہتے پھرتے ہیں۔۔۔۔۔ پھر محض اس جرم پر کہ وہ اللہ اور صرف اللہ کے آگے جھکنا چاہتا تھا۔۔۔۔۔ غیر اللہ کے آگے جھکنے کو اس کا دل نہ چاہتا تھا، ایسی سزا ملی کہ آج تک کسی کو ایسی سزا نہ ملی۔۔۔۔۔ سبحان اللہ یہ بھی کوئی جرم ہے!۔۔۔۔۔ پھر یہ سزا کیوں ملی؟۔۔۔۔۔ اللہ کی نافرمانی پر ملی یا آدم کی گستاخی پر ملی؟۔۔۔۔۔ لیکن بظاہر لغزش تو آدم (علیہ السلام) سے بھی ہوئی۔۔۔۔۔ حکم ہوا اس درخت کے پاس نہ جانا۔۔۔۔۔ ابلیس نے بہکا دیا۔۔۔۔۔ درخت کے قریب چلے گئے پھر جو ہو اسو ہوا۔۔۔۔۔ مگر گرفت نہ فرمائی، تنبیہ فرما کر معاف فرما دیا گیا۔۔۔۔۔ تو اگر لغزش ہی موجب غضب ہوتی تو آدم (علیہ السلام) کو معاف نہ کیا جاتا۔۔۔۔۔ مگر نہیں آدم (علیہ السلام) کی یہ لغزش اللہ کی جناب میں تھی، اس لئے کلماتِ معذرت القافر ما کر معاف کر دیا گیا۔۔۔۔۔ اور ابلیس کی گستاخی اللہ کے محبوب بندے آدم (علیہ السلام) کی جناب میں تھی۔۔۔۔۔ جس کو معاف نہ کیا گیا اور ذلت و خواری کا طوق ابد الابد تک اُس کی گردن میں ڈال دیا گیا۔۔۔۔۔ بے شک ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا لیکن حقیقت میں تعظیمِ رسول سے انکار کیا۔۔۔۔۔ وہ مرکش نہ تھا۔۔۔۔۔ وہ مُشکر نہ تھا۔۔۔۔۔ وہ بدعتی نہ تھا۔۔۔۔۔ وہ موحد تھا موحد۔۔۔۔۔ وہ عابد و زاہد تھا۔۔۔۔۔ تو پھر وہ کیوں مارا گیا؟۔۔۔۔۔ بلاشبہ گستاخیِ رسول پر مارا گیا۔۔۔۔۔ یہ نکتہ نظر انداز کرنے کے لائق نہیں، غور فرمائیں اور خوب غور فرمائیں۔۔۔۔۔

اگر وہ نافرمانی پر مارا جاتا تو قہقہے کو طول نہ دیا جاتا۔۔۔۔۔ اللہ کو معلوم تھا کہ اُس نے کیوں انکار

کیا۔۔۔۔۔ مگر پھر بھی اُس سے پوچھا کہ تو تو سرکش نہ تھا پھر کیا ہوا کہ تو نے سجدہ سے انکار کر دیا؟۔۔۔۔۔

ہاں یہ اس لئے پوچھا گیا کہ رازِ محبتِ عالم آشکار ہو جائے۔۔۔۔۔ سب کو خبر ہو جائے۔۔۔۔۔ اُس نے

کہا کہ خدا یا تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا آدم کو خاک سے پیدا کیا۔۔۔۔۔ میں آدم سے بہتر ہوں۔۔۔۔۔

ابلیس نے غلط نہ کہا تھا کہ آدم کو خاک سے پیدا کیا گیا تھا۔۔۔۔۔ مگر اللہ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ یہ ایسا سچ

تھا جس سے ایک اولوالعزم نبی کی تحقیر ہوتی تھی، اسی لئے فرمایا کہ تو ہمارے نبی کو حقیر سمجھتا ہے جا، دفع ہو

ذیل و خوار ہو! فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصَّغِيْرِيْنَ۔۔۔۔۔ معلوم ہوا کہ نبی کی شان میں کوئی سچی بات بھی

تحقیر آمیز انداز میں کہی جائے تو ابدی بدبختی اور غضبِ الہی کا سبب بن سکتی ہے۔۔۔۔۔ بے شک ع۔

نفسِ گم کردہ می آید جنسید و بائزید ایں جا

اللہ اللہ تخلیقِ آدم (علیہ السلام) کے پہلے ہی روز گستاخانِ رسول کا انجام دکھا دیا گیا کہ کوئی آنے والا

گستاخی کی جرأت نہ کر سکے۔۔۔۔۔ نائبِ رب العالمین کا سکہ چلتا رہے اور اُن کے دامنِ عصمت پر کوئی ہاتھ نہ

ڈال سکے۔۔۔۔۔

ابلیس کی بدبختی و بد نصیبی کا سبب آدم (علیہ السلام) کی ذات تھی اس لئے اس کا پہلا نشانہ آپ کی ہی

ذات ٹھہری۔۔۔۔۔ اس نے آپ کو بہکایا۔۔۔۔۔ اب وہ دلوں میں ہزاروں دوسو سے ڈالتا ہے۔

مگر سب سے خطرناک دوسو یہی ہے کہ ”نبی کچھ نہیں، بس اللہ ہی اللہ ہے“۔۔۔۔۔ یہ وہی بات ہے جس

نے ابدالاً باتک ابلیس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈالا۔۔۔۔۔ کون ابلیس؟۔۔۔۔۔ جو موحد

تھا۔۔۔۔۔ جس نے برس پابرس فرشتوں کو تعلیم دی۔۔۔۔۔ جن ہوتے ہوئے ریاضات و مجاہدات

نے جس کو فرشتوں کی صف میں لاکھڑا کیا اور پھر اُس کے سامنے فرشتوں کو زانوئے تلمذتہ کرنا پڑا۔۔۔۔۔

اور وہ فرشتوں کا اُستاد بنا یا گیا۔۔۔۔۔ اس بلندی پر پہنچنے کے باوجود۔۔۔۔۔ اس شان کے علم و

فضل اور رُہد و عبادت کے باوجود۔۔۔۔۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمانِ عزت کی بلندیوں سے غارِ ذلت کی لپیٹیوں

میں گرا دیا گیا۔۔۔۔۔ آدم (علیہ السلام) کی جناب میں گستاخی کی پاداش میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون و مردود ٹھہرا دیا گیا۔۔۔۔۔ معلوم ہوا کہ نبی کی شان میں گستاخی عمر بھر کی نیکیوں اور زمانے بھر کی فہمیدتوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیتی ہے۔۔۔۔۔ اللہ اللہ جو کبھی عالم تھا۔۔۔۔۔ جو کبھی ولی کامل تھا۔۔۔۔۔ جو کبھی علم الملکوت تھا۔۔۔۔۔ گستاخی رسول کے بعد اب وہ کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔ پہلے اس کے آگے فرشتے باادب کھڑے ہوتے تھے۔۔۔۔۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اس سے پناہ مانگو۔۔۔۔۔ اس سے دُور بھاگو۔۔۔۔۔ جیفت! ایک عالم و فاضل اور عابد و زاہد کو گستاخی کہاں سے کہاں لے گئی۔۔۔۔۔ قصۃ ابلیس و آدم ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔۔۔۔۔ مگر ہمیں آنکھیں نہیں کھلتیں۔۔۔۔۔ اور نہ معلوم جان بوجھ کر یا بے سوچے سمجھے ابلیس کے مشن کو تقویت پہنچاتی جا رہی ہے۔۔۔۔۔ اس کا مشن یہی ہے کہ مخلوقِ الہی کو انبیاء و اولیاء سے دُور لے جایا جائے۔۔۔۔۔ اور ان سے بگڑنے کر کے کہیں کا نہ رکھا جائے۔۔۔۔۔ عظمتِ نبوت اس کی ذلت و رسوائی کا سبب بنی۔۔۔۔۔ اس لئے اُس نے آدم، جانشینِ آدم، حضراتِ انبیاء علیہم السلام اور وارثینِ انبیاء، حضراتِ اہل اللہ کو اپنا حریف سمجھا ہے اور انہیں کی عزت و ناموس کے درپے ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ دلوں کو اُن سے توڑ رہا ہے۔۔۔۔۔ زبانون کو اُن کی جناب میں گستاخ بنا رہا ہے۔۔۔۔۔ خوب بدلے لے رہا ہے۔۔۔۔۔

حقیقت میں امر رب مقامِ ادب سے کبھی بالاتر ہے۔۔۔۔۔ اذہر ذوقِ الادب۔۔۔۔۔ ابلیس یہ نکتہ نہ سمجھا۔ وہ غیر اللہ کے آگے نہ جھکنے کو جان تو میسر سمجھا اور اس حرفِ محبت کو بھلا دیا کہ بندگیِ محبوب کے اشاروں پر چلنے کا نام ہے۔۔۔۔۔ اسی لئے وہ مغضوب و مردود ٹھہرا کہ حرفِ محبت سے نا آشنا تھا۔۔۔۔۔ اُس کو عقل نے ڈسا، اس نے محبت کا مزہ نہ چکھا۔۔۔۔۔ بے شک رئیسِ عاشقین ہی رئیسِ الموتدین ہے۔۔۔۔۔ جس کو محبت و ادب کا اس دلخانا نہیں وہ عاشقی و بندگی

کیا جانے! عا شق نہ شدی و محنتِ اُلفت نہ کشیدی

کس پیش تو عنم نامہ سبجاں چہ کشاید

ایک ظاہر سجدہ ہے۔۔۔ ایک باطن سجدہ ہے۔۔۔ ظاہر سجدہ یہ ہے کہ انسان کی پیشانی خمیدہ ہو کر زمین بوس ہو جائے۔ اور باطن سجدہ یہ ہے کہ جسم و جان و نون مصروفِ اطاعت و بندگی ہو جائیں۔۔۔ گویا اطاعت و فرماں برداری رُوح سجدہ ہے۔۔۔ یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اسی لئے فرمایا مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ﷻ۔۔۔ جس نے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔۔۔ دوسری جگہ فرمایا قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ﷻ۔۔۔ ان سے فرمادیں گے اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو، پھر اللہ تم کو محبوب بنا لے گا۔۔۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور اللہ کی محبوبیت کا سب سے بڑا وسیلہ۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں رُوح سجدہ کی جھلک نظر آ رہی ہے۔۔۔

مجاز پرستی کے اس دور میں توحیدِ خالص کا اس طرح پرچار کرنا کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں، رسولوں، نبیوں اور ولیوں کو محتاجِ محض اور عاجز مخلوق قرار دے کر عام انسانوں کی صفت میں کھڑا کر دیا جائے، نہایت ہی خطرناک ہے۔۔۔ خصوصاً اس دور میں جو نبیوں، رسولوں اور ولیوں سے چھوٹا وہ خدا سے چھوٹا اُس کا مسلمان نظر آنا تو ممکن ہے مگر مسلمان رہنا مشکل ہے۔۔۔

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
وہ بدر یونہی خواہ پھرتے ہیں

آداب رسالت

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَكْفَرُوا لَوْ أَنزَلْنَا آيَاتِنَا فَتَنَّا وَتَلَكَّرْنَا بِهَا لَكُفْرًا وَلَكِنَّ مِنْكُمْ جُودًا غَافِلِينَ ۝

اے ایمان والو! ارعنا کہو بلکہ انظرنا کہو (یعنی حضور ہم پر نظر رکھیں) اور ارشادات عالی کو پہلے ہی سے دل لگا کر سنو۔ (اس حکم سے) سرتابی کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں جب صحابہ کرام کی سمجھ میں کوئی بات نہ آتی تھی تو راعنا کہتے تھے یعنی ہماری رعایت کیجئے اور مکرر ارشاد فرمائیے۔ اس مجلس مبارک میں یہودی بھی

ہوتے، وہ س کی زیر کو ذرا کھینچ کر راعنا کہتے تھے جس کے معنی لیتے اے ہمارے چرواہے! حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودیوں کی اس تحقیر آمیز شرارت کو سمجھ گئے چنانچہ انہوں نے بانگِ

ذہل فرمایا کہ اے دشمنانِ اسلام! تم پر خدا کی لعنت قسم ہے اُس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے پھر کسی نے رسول اللہ کو اس طرح مخاطب کیا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔

جلالِ سعد بن معاذ نے آسمان و زمین کو بلا کر رکھ دیا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی جس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گستاخانِ رسول کے منہ بند کر دیئے اور عذاب الیم کی وعید سنائی۔

یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ کفار و یہود جو کچھ کہا کرتے تھے، وہ بیانِ واقعی تھا۔ جھوٹ نہ تھا

یعنی فی الواقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی تھیں گو اُن کی بکریاں نہ چرائیں بلکہ اپنی یا رضا کی

لہ القرآن الحکیم سورة البقرہ، ۱۰۴

۱۷ حاشیہ تفسیر طبری، جلد اول، مطبوعہ مصر ۱۳۲۳ھ، ص ۳۵۷ (بحوالہ تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفسحان لعلاء

نظم الدین حسن بن محمد)

ماں کی بکریوں کی پاسبانی فرمائی۔ اور آپ ہی پر کیا منحصر ہے بہت سی جلیل القدر مستیوں نے بکریاں چرائی ہیں، یہ کوئی ایسا کام نہیں جس کو معاشرے میں اچھی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ پھر بھی ارشاد ہوا "خبردار! اب ذَاعِنًا نہ کہنا!۔۔۔۔۔ بات چل رہی ہے "ذَاعِنًا" کی اور مانعت فرمائی جا رہی ہے "ذَاعِنًا" کی۔ اللہ اللہ غیرتِ الہی کی شان تو دیکھو!۔۔۔۔۔ کافروں کے معنی و مقصود کا تصور تک صحابہ کے دل میں نہ تھا بلکہ یہ دوسو سال کے قلبِ صافی میں گزر رہی نہ سکتا تھا مگر پھر بھی مانعت فرمائی۔۔۔۔۔ تو پھر اس کی کیا وجہ تھی؟۔۔۔۔۔ بات یہ تھی "ذَاعِنًا" اور "ذَاعِنًا" کسی معنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجبِ اہانت و توہین نہ ہو مگر کفار و یہود کا اس کو موجبِ توہین سمجھ کر استعمال کرنا غیرتِ الہی کو گوارا نہ ہوا۔ اور صحابہ کی زبان سے ایک ایسے لفظ کا استعمال بھی ممنوع قرار دیا گیا جو اگرچہ صحابہ کے نزدیک کسی پہلو سے بھی موجبِ اہانت نہیں مگر کفار کے اختیار کردہ لفظ کے ساتھ اسے لفظی اشتراک ہے۔۔۔۔۔ یہ آپ کی کمال رعایتِ ادب ہے۔

با صاف ضمیراں با ادب باش کہ بسیار
از آب گہ آئینہ ز نگار گرفت ست

الغرض ہر چند صحابہ لفظ "ذَاعِنًا" کو ادب و احترام اور تعظیم کے لئے استعمال کرتے تھے مگر پھر بھی اس سے ملتے جلتے دوسرے لفظ "ذَاعِنًا" کا استعمال تذلیل و تحقیر کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اس لئے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ لفظ "ذَاعِنًا" سے اشارۃً و کنایۃً بھی توہین مراد نہ تھی بلکہ اس کا استعمال تعظیمِ ادب کے لئے تھا۔ پھر یہ لفظ مرد و دھڑا اور اس کا استعمال کرنے والا منضوب، توغور و وجہ کلمات میں صراحتاً آدرکھم کھلا آپ کی شان میں گستاخی کی گئی ہو مولیٰ تعالیٰ کے نزدیک ان کلمات کا اور ان کے قائل کا کیا مقام ہوگا؟۔۔۔۔۔ اس آیت میں دوسری بات قابلِ توجہ یہ ہے کہ یہاں مومنین سے خطاب فرمایا ہے، کفار و یہود سے نہیں۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ وہی آیت کے مخاطب ہیں۔۔۔۔۔ نہیں نہیں۔ مخاطب عوام و خواص مومنین ہیں۔

بہر کیف آیت مذکورہ سے مندرجہ ذیل اصول و آداب مستنبط کیے جاسکتے ہیں :-

۱۔ ایسا لفظ جس کے معنی اور اعداد اگرچہ فی نفسہ صحیح ہو مگر اس سے تمسخر و استہزاء کا پہلو نکل سکتا ہو، ہر کارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور استعمال کرنا ناجائز ہے۔

۲۔ ایسے لفظ کا استعمال بھی جائز نہیں جو اگرچہ مقامِ ادب میں بولا جاتا ہو مگر اس سے ملتا جلتا لفظ مقامِ ادب سے گرا ہوا ہو۔

۳۔ ایسے لفظ سے اگرچہ قائل کی مراد تمسخر و استہزاء نہ ہو مگر پھر بھی وہ گنہگار اور قابلِ مواخذہ ہے۔

۴۔ اس قسم کے الفاظ جھول چوک اور اضطرار میں بھی نکل جائیں تو تدارک لازم ہے۔

۵۔ جان بوجھ کر کہے جائیں تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ اللہ کے نزدیک بھی اس کا قائل واجب القتل ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

قرآن کریم میں جا بجا ایسی آیات ملتی ہیں جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر کا درس دیا ہے اور عظمت و شوکت کو بیان کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان آیات کو دل سے لگا کر رکھیں تاکہ گلشنِ محبت و ادب و بیان تہجد و غیرہ سے ملاحظہ فرمائیں :-

۱۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

(ترجمہ) اے ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تم کو خبر تک نہ ہو۔

۲۔ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ فَلَتَفْتَقَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

(ترجمہ) جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پڑھ لیا ہے

کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

۳۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُّنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَلَّذِهٖ هُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝

(ترجمہ) جو حجروں کے پیچھے تم کو آواز دیتے ہیں، ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

۴۔ لَمَّ يَذٰبُ رَاٰ حَتٰى يَسْتَاذِنُوْهُ ۝

(ترجمہ) (ایمان والے وہ ہیں) جو نبی کی مجلس سے نبی کی اجازت کے بغیر نہیں جاتے۔

۵۔ فَاِذَا اسْتَاذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاۡئِهِمْ قَاذَنٌ لِّمَنْ سَنَّتْ سُنَّتَهُمْ ۝

(ترجمہ) جو شخص اجازت چاہے اپنے کسی کام کے لئے تو ان میں سے جسے تم چاہو اجازت دے دو (جسے

نہ چاہو اجازت نہ دو)

۶۔ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۡءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۡءِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ ۝

(ترجمہ) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

۷۔ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَسْئَلُوْنَ مِنْكُمْ لَوْ اَدَّاهُمْ فَلَیْ حٰزِلٌ بِالَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنِ اَمْرِ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

(ترجمہ) جو لوگ محفل مبارک سے اڑ لے کر کھسک جاتے ہیں اللہ انہیں جانتا ہے۔ وہ اللہ کے حکم کے خلاف کرتے ہیں، ان کو خدا سے ڈرنا چاہیے کہ وہ آفت یا عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔

۱۔ القرآن الحکیم، سُورَةُ الْحَجَرَاتِ، ۴،

۲۔ القرآن الحکیم، سُورَةُ النُّوْرِ، ۶۲،

۳۔ القرآن الحکیم، سُورَةُ النُّوْرِ، ۶۲،

۴۔ القرآن الحکیم، سُورَةُ النُّوْرِ، ۶۳،

۵۔ القرآن الحکیم، سُورَةُ النُّوْرِ، ۶۳،

۸۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝
 (ترجمہ) بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو!
 ان پر درود اور خوب سلام بھیجو!

۹۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالٌ مِّنْ اَقْرَبٰتِكُمْ هٰذَا
 وَتِجَارَةٌ تَحْتَشُوْنَ كَسَدَهَا فَهَٰذَا مَسَاكِيْنٌ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنْ اللّٰهِ وَرُسُوْلِهِ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهِ
 فَتَرْجَبُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرٍ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

(ترجمہ) تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا
 کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا
 مکان یہ چیزیں اللہ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ
 دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

قرآن کریم میں بعض آیات وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت
 فرمائی ہے یا کوئی ہدایت و نصیحت ————— ایسی آیات میں عموماً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے
 براہ راست خطاب فرمایا ہے۔ ————— بعض آیات وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 محامد و محاسن اور ان گنت خوبیاں بیان کی گئی ہیں ————— ایسی آیات میں عموماً براہ راست
 مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔

اسی طرح احادیث میں بعض احادیث وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز و انکسار
 کا اظہار فرمایا ہے اور بعض احادیث وہ ہیں جن میں آپ نے اپنی جلالت شان کا ذکر فرمایا ہے۔
 اب ایک آنکھ تو وہ ہے جو پہلی قسم کی آیات و احادیث پر نظر جمائے ہوئے ہے، اُس کی نظر دوسری

قسم کی آیات و احادیث کی طرف اٹھتی ہی نہیں۔ مگر ایک آنکھ وہ بھی ہے جو پہلی اور دوسری دونوں قسم کی آیات و احادیث کو سامنے رکھ کر قرآن و حدیث کی روح تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے اور وہ کچھ دیکھتی اور دکھاتی ہے جو پہلی آنکھ نہیں دیکھ پاتی۔ وہ پہلی آنکھ عالم آب و گل میں الجھ کر رہ گئی اور یہ دوسری آنکھ سموت، بلکہ ماورائے سموت جا پہنچی۔ اس کا اندازِ نظر غیر سائنٹیفک ہے، اس کا اندازِ نظر سائنٹیفک ہوتے ہوئے بھی عاشقانہ اور مومنانہ ہے۔

توہین رسالت

مولوی اسماعیل دہلوی نے پاک و ہند کے جس ماحول میں آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے جو تقویۃ الایمان لکھی تو اس دور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق اور مشائخ عظام و اولیائے کرام سے محبت و عقیدت کے چرچے عام تھے، شاہ وقت بہادر شاہ ظفر خود اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتا تھا مولوی اسماعیل دہلوی کی انقلابی طبیعت کو یہ ماحول بیگانہ معلوم ہوا اور انہوں نے ابن عبد الوہاب کی روش پر چلتے ہوئے ماحول کے خلاف بھرپور جنگ کی اور تقویۃ الایمان لکھ کر عوام و خواص کے عشق و محبت کو کھینچوڑا۔ علمائے خیر آباد، علمائے بدایوں، علمائے بریلی، علمائے قرنگی محل اور علمائے دہلی وغیرہ نے تقویۃ الایمان کی بعض عبارات کی گرفت کی اور بعض علمائے نے اس کے رد لکھے اور یہ سلسلہ چل نکلا۔ جو آج تک جاری ہے۔

تقویۃ الایمان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام محبوبانِ خدا کی جناب میں جو بے باکانہ اسلوب اختیار کیا ہے وہ ان محبوبوں کے خالق و مالک جل و علا کے کلام میں بھی نہیں ملتا۔ سارے قرآن کو پڑھ جائیے، کہیں یہ انداز نہ پائیں گے جو صاحب تقویۃ الایمان نے اپنا یا ہے تو جب خدا نے اپنے محبوبوں کا پاس دلخاطر رکھا ہے تو بندے کی کیا مجال کہ وہ ایسا بد لحاظ ہو جائے۔

طریقت میں جس نے قدم رکھا ہے وہ معمولی انسان کے لئے بھی بے باک نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے باک ہو۔ صاحب طریقت پیکرِ عجیب و انکسار ہوتا ہے، اس کو ہر گھڑی اپنی عاقبت کی فکر ہوتی ہے۔ وہ بڑے بول نہیں بولتا۔

بڑے بول وہی بولتا ہے جو اپنی عاقبت سے بے نیاز ہوتا ہے۔

تقویۃ الایمان کی ساری باتیں رد کرنے کے لائق نہیں مگر بہت سی ایسی باتیں لکھ دی ہیں جنہوں نے ساری کتاب پر پانی پھیر دیا ہے۔ کاش صاحب تقویۃ الایمان ادب کی اہمیت کو سمجھتے اور ایسی عبارات سے گریز کرتے جو مقام ادب کے منافی ہیں۔

جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبی و بے باکی کوئی معمولی بات نہیں۔۔۔۔۔ بہت بڑی بات ہے۔

یہ تو تھی صرف آواز اونچی کرنے والی بات۔۔۔۔۔ اُن کی آواز جن کے مُنہ سے نکلے ہوئے کلمات طبتِ اسلامیہ کے لئے حُجّت ہیں۔۔۔۔۔ ایسے کلمات کا زور سے نکل جانا بھی خدا کے نزدیک باعثِ تعزیرِ شدیدِ ظہرہا۔۔۔۔۔ تو اُن کلمات کی بات کیا کی جائے جن میں اہانت و توہین کی بو آ رہی ہے۔۔۔۔۔؟

آئندہ صفحات میں مولوی اسماعیل دہلوی کی بعض گستاخانہ عبارات کا جائزہ لیا جائے گا اس سلسلے میں موصوف کے متبعین و معتقدین سے اتنی گزارش ہے کہ اگر راقم کا کوئی کلمہ یا عبارت مولوی اسماعیل کی شان میں گستاخانہ محسوس فرمائیں تو اس کی بھی اسی طرح تاویل فرمائیں جس طرح مولانا اسماعیل کی گستاخانہ عبارتوں کی تاویل فرمایا کرتے ہیں یعنی یہ کہ انہوں نے جو گستاخانہ عبارات لکھی ہیں اُن سے مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی نہ تھی بلکہ رب تبارک و تعالیٰ کی بڑائی دکھانا مقصود تھا۔۔۔۔۔ راقم کی بھی عبارات اور کلمات کی بھی یہ تاویل فرمائیں کہ اس سے مقصود مولوی اسماعیل کی تذلیل و تحقیر نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا بیان مقصود ہے اور بلاشبہ یہ تاویل نہ ہوگی بلکہ اظہارِ حقیقت ہوگا کیوں کہ راقم کا مسلک تو یہ ہے ع۔

انہوت کی جہاں گیری، محبت کی منہ اوانی

تعارف تقویۃ الایمان

تقویۃ الایمان کا جو ایڈیشن ہمارے سامنے ہے اس کا پورا نام ہے تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان
مؤلفہ مولوی اسماعیل و نصیحتہ المسلمین مؤلفہ مولوی خرم علی مطبوعہ لاہور (۱۹۷۸ء)، شائع کردہ امجد
اکیڈمی، لاہور

تقویۃ الایمان ۷۰ صفحے کا رسالہ ہے جو صفحہ ۹ سے صفحہ ۷۹ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد
تذکیر الاخوان کے نام سے ایک اور رسالہ ہے، یہ صفحہ ۸۱ سے صفحہ ۳۲۷ تک پھیلا ہوا ہے، اس رسالے
کو مولوی اسماعیل سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس ایڈیشن میں تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان
کے علاوہ سید عبداللہ بغدادی کے مکتوب عربی (محررہ ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۲ء) کے جواب میں مولوی اسماعیل
کا مکتوب بھی ہے جو صفحہ ۳۲۹ سے ۳۳۵ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد تقویۃ الایمان کی حمایت و تائید
میں دوسرے فتووں کے علاوہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ بھی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں :-

- ۱۔ تقویۃ الایمان بہت ہی اچھی کتاب ہے اور شرک و بدعت کی تردید میں بے مثال ہے۔
- ب۔ بات یہ ہے کہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بدعتیوں کو اس واسطے دشمنی ہے کہ آپ نے بدعتیوں کی
خوب مٹی پلید کی اور بدعتیوں کے بازار کو سرور کر دیا۔ ۳

فتووں کے بعد جامع تقویۃ الایمان نے تقویۃ الایمان کی متنازع فیہ عبارات کے بارے میں سوالات
جو اب صفائی پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو عذر گناہ بدتر از گناہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ جامع موصوف نے

۱۔ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور (۱۹۷۸ء) ص ۳۳۷

۲۔ لفظ مٹی پلید کرنا ایک عامیانه محاورہ ہے جو ایک مفہمی و فقیہی کے شایان شان نہیں۔

۳۔ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان، ص ۳۳۷

پیغمبر علیہ السلام کو بڑا ایمانی کہنے اور اللہ کے آگے چہارے زیادہ ذلیل کہنے اور ان قسم کے اور کلمات کی تاویل و توجیہ فرماتی ہے۔۔۔۔۔ مناسب تھا کہ یہ نامعقول جملے حذف کر دیتے جاتے اور ان سے بریت کا اعلان کر دیا جاتا۔۔۔۔۔ جب صاحب تقویۃ الایمان نے ایسی آیات و احادیث کو نظر انداز کر دیا جن سے انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شوکت کا اندازہ ہوتا تھا تو ایسے کلمات کو خارج کرنے میں کونسی قباحت تھی جن سے ان حضرات قدسیہ کی تحقیر و تذلیل ہوتی تھی۔۔۔۔۔ ناشائستہ کلمات کی تاویل و توجیہ کر کے اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہرگز واثافی و ہوش مندی کی بات نہیں۔۔۔۔۔ بات سے بات نکلتی ہے، مولومی اسماعیل و ہلومی نے جو زاہد اختیار کی یعنی انبیاء علیہم السلام کی تحقیر و تذلیل کے لئے آیات قرآنیہ سے استدلال کرنا اور ایسی آیات کو قطعاً نظر انداز کر دینا جن سے کمال رفعت و بلندی کا اندازہ ہوتا ہو، ڈیڑھ سو برس گزر جانے کے بعد بھی بعض حضرات اب تک اُس راہ پر چل رہے ہیں۔ یہ کوئی الزام نہیں، ذاتی تجربہ ہے۔ سنئے۔۔۔۔۔ فروری ۱۹۶۹ء میں ایک ضعیف العمر عالم، عمائدی متعلق اپنی تصنیف پر تقریظ لکھوانے تشریف لائے۔۔۔۔۔ کتاب کھول کر دیکھی تو عجیبوں اور رسولوں کا اس انداز سے تعارف کرایا گیا تھا کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کی بے بس مخلوق ہیں (معاذ اللہ) مثلاً یہ کہ نبی کو کنوئیں میں ڈال دیا جاتا ہے، قید کر دیا جاتا ہے، بیمار ڈال دیا جاتا ہے، دریا میں پھینک دیا جاتا ہے، پھلی کے پیٹ میں جھوس کر دیا جاتا ہے۔ وطن سے بے وطن کر دیا جاتا ہے۔ میدان جنگ میں ہولناں کر دیا جاتا ہے، رورد کے وہ بیانی سے محروم ہو جاتا ہے، آگ میں ڈال دیا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

راقم نے عرض کیا کہ اولوالعزم نبیوں اور رسولوں کا یہ کیسا تعارف کرایا ہے؟۔۔۔۔۔ فرمانے لگے یہ تو سب قرآن میں موجود ہے، راقم نے عرض کیا۔۔۔۔۔ بے شک یہ سب کچھ قرآن میں ہے مگر اسی قرآن میں :-

○ یہ بھی تو ہے کہ سلیمان (علیہ السلام) کے خادم نے ملکہ سبا کا تخت سینکڑوں میل کی مسافت سے چشم زدن میں لا کر رکھ دیا۔

- یہ بھی تو ہے کہ ایوب (علیہ السلام) نے جب زمین پر قدم مارا تو چشمہ پھوٹ نکلا۔
- یہ بھی تو ہے کہ جب مریم (علیہا السلام) دنیا سے کنارہ کش ہو گئیں تو دیکھتے ہی دیکھتے پردہ غیب سے اسبابِ معیشت فراہم کئے گئے۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے عالم شیرخوارگی میں اعلانِ نبوت فرمایا۔ پھر جب نبوتِ علی تو یہ اعجازِ ملاکہ ابرص پر ہاتھ پھیرا تو داغ دھبے ڈھل گئے، مردے پر دم کیا تو آن کی آن میں زندہ کر دیا اور مادرِ زادا اندھے پر نظر فرمائی تو بینا کر دیا۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) کے پیرین مبارک کی خوشبو میلوں مسافت سے حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے سونگھ لی اور جب پیرین آنکھوں سے مس ہوا تو بینائی آگئی۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے پتھر پر عصا مارا تو چشمے اُبل پڑے، دریا پھصا مارا تو راستے نکل گئے، زمین پر عصا پھینکا تو پھینکا رتا ہوا آذر دیا بن گیا۔ گریبان سے پاتھ نکالا تو چمک اُٹھا۔۔۔۔۔ مولیٰ سے کھانا مانگا تو من و سلوٹی اُترا۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کشتہ پرندوں کو آواز دی تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ اڑتے چوتے چلے آئے۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت خضر (علیہ السلام) نے علومِ غیبیہ کے وہ وہ راز کھولے جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر آشکار نہ کئے گئے تھے۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان مبارک سے جنتوں نے تلاوتِ قرآن کی آواز سنی تو دل بکڑ کر رہ گئے۔ اور قدموں پر آگرے۔
- یہ بھی تو ہے کہ جب اُس حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں پھینکیں تو آن کی آن میں دشمنوں کی صفیں اُلٹ گئیں۔
- یہ بھی تو ہے کہ آپ کے اشارے سے چاند و نیم ہو گیا اور سارا عالم دنگ رہ گیا۔

○ یہ بھی تو ہے کہ جب بیت اللہ کی طرف آپ کی نظریں پھریں تو سارے عالم کی نظریں اس طرف پھیر دی گئیں۔

○ یہ بھی تو ہے کہ جب آپ میدان جہاد میں اترے تو فرشتے فوج در فوج آپ کی مدد کو جا پہنچے۔

○ یہ بھی تو ہے کہ اُس تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کے مولیٰ نے مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک راتوں رات سیر کرائی اور پھر اُن بلند یوں پر لے گیا جس کا تصور انسان کے بس کی بات نہیں۔

اللہ اللہ یہ سارے اذکارِ قرآن حکیم ہیں موجود ہیں۔ ان کا کیوں ذکر نہ کیا؟ فرمانے لگے، :
عظمتوں کا ذکر کیا جاتے تو لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ فقیر نے
عرض کیا کہ اس کی فکر تو حق جل مجدہ فرمائے گا جس نے ایسی آیات نازل فرمائیں، آپ کیوں
اس فکر میں مبتلا ہو گئے؟ پھر مجبور ہو کر فرمانے لگے کہ ”عظمتوں کی باتیں تو مسابہ
و مجالس میں علماء و داعیین سے سُنی جاسکتی ہیں۔“ فقیر نے عرض کیا لیکن آپ
اپنی کتاب میں اس کا ذکر نہ فرمائیں گے؟ اِس پر وہ عالم خاموش ہو گئے اور بالوہسی
ناامیدی کے ساتھ اپنا مسودہ لے کر چلے گئے۔

اس سانحہ سے سخت صدمہ ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ ہمارے درمیان اب بھی ایسے لوگ موجود
ہیں جو ایسی آیات و احادیث کو برسرِ منبر بیان نہیں کرنا چاہتے جن میں محبوبانِ خدا کی تعریف و توصیف
اور اُن کی عظمتوں اور منزلتوں کا ذکر ہے۔ اس لئے بالعموم ان حضرات کا موضوع کفر و شرک ہی
رہتا ہے اور وہ محبوب سے زیادہ مغضوب کا ذکر کرنا پسند کرتے ہیں۔ یہ بات
تقاضائے ایمان کے منافی ہے، کوئی مسلمان نہیں جو ایسا کرنے پر دل سے آمادہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے رُوئے زمین کے تمام انسانوں کو اپنی جناب میں یہ التجا کرنے کا حکم دیا
۔ (اے اللہ) ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان (برگزیدہ پیاروں) کا راستہ جن پر تونے

انعام فرمایا۔ اللہ اکبر ان پیاروں اور محبوبوں کے ذکر کے بغیر نہ دعا، دعا ہے اور نہ نماز، نماز۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہر دعا میں اول و آخر درود شریف پڑھ لیا کرو۔ درود شریف کا مقبول بارگاہِ ایزدی ہونا ایک کھلی حقیقت ہے۔ جب اول و آخر کی چیز قبول ہوگی تو پچھلے بیچ کی چیز کیسے رد کی جا سکتی ہے۔ سبحان اللہ۔ بہر کیف ذکر تھا تقویۃ الایمان کا۔ بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ تقویۃ الایمان میں قرآن کریم کی آیات کے غلط انطباق سے کفر و شرک کا جو معیار قائم کیا گیا ہے اگر اس کو تسلیم کر لیا جاتے تو مولوی اسماعیل کے معاصرین و ان سے قبل عالم اسلام کے کروڑوں مسلمان کافر و مشرک ٹھہرتے ہیں جیسی کہ زمانہ حال میں عالم اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کافر و مشرک قرار پاتی ہے؛ اس طرح کوئی مسلمان حکومت، اپنے ہاں مسلم اکثریت کا دعوے نہیں کر سکتی۔ اس لئے مولوی اسماعیل کے خیالات و افکار کو آسانی سے قبول کرنا سخت خطرناک ہوگا، مناسب یہ ہوگا کہ ان کو نقد و نظر کی بجٹی میں پکا کر اچھی طرح دیکھ لیا جائے اور کھوٹا دکھرا لگ کر لیا جائے۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی جمود کے قائل ہیں، حرکت کے نہیں۔ زندگی اور فکر زندگی منازل ارتقا سے گزرتی ہے۔ اور اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اُس نے زندگی کے فطری عمل کو نظر انداز نہیں کیا۔ وہ ان معنوں میں حرکت ہے کہ حرکت و عمل کا اُس نے پورا پورا خیال رکھا ہے۔ اور ان معنی میں جامد ہے کہ اس کے اصول و ضوابط میں کوئی تغیر و تبدل نہیں۔ سب کے سب اپنی جگہ اٹل ہیں۔ وہ جامد ہوتے ہوئے جانِ حرکت ہے۔ یہی اس کا

لے بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے لوگوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں "ثنا و خلق اللہ" فرمایا ہے۔ (بخاری شریف، مطبوعہ احمدی، ص ۱۰۲۲) مسعود

عجاز ہے اور یہی اس کا امتیاز۔۔۔۔۔ اسلامی فکر و عقیدے پر جو قلم اٹھاتا ہے اس کو اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا پڑے گا ورنہ وہ خود بھی راستہ سے ہٹ جائے گا اور دوسروں کو بھی ہٹا دے گا۔
تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے اپنے مزعومات کو ثابت کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی ہے۔۔۔۔۔ اس لئے یہ ایک وکیل کی تصنیف تو کہی جا سکتی ہے، ایک منصف و مصلح اور رہبر کی تصنیف قرار نہیں دی جا سکتی۔۔۔۔۔ عدل کا تقاضا ہے کہ دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے اور دونوں طرف کے دلائل پر نظر رکھی جائے۔ البتہ وکالت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف ایک سمت نظر رکھی جائے اور دوسری سمت کو قطعاً نظر انداز کر دیا جائے بلکہ کوشش یہ کی جائے کہ ایسے دلائل و براہین فراہم کئے جائیں جو دوسری سمت کو ضعیف سے ضعیف تر کر دے۔۔۔۔۔ تقویۃ الایمان کا یہی انداز ہے۔۔۔۔۔ اپنی پسند کی آیات و احادیث انتخاب کر لینا اور مجبوبات خد کو بے کس و بے بس ظاہر کرنا ایک مسلمان مصلح و محقق کو زیب نہیں دیتا بلکہ یہ تو ایک غیر مسلم محقق کے لئے بھی باعث شرم و ندامت ہے۔۔۔۔۔ مناسب یہ تھا کہ مولوی اسمعیل تقویۃ الایمان میں ان آیات و احادیث کو بھی زیر بحث لاتے جو ان کے مزعومات کے خلاف تھیں، یہ تو قیاساً ہی اس لئے بجا ہے کہ مولوی اسمعیل معمولی عالم نہ تھے۔ وہ بالکل باخبر تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے افسوسناک راہ عمل اختیار کی، اور حقائق کو چھپایا۔ تاریخ کی بنیاد و یانت داری پر ہے۔۔۔۔۔ جو اپنے پسند کے موافق کے بیانات قبول کرتا ہے اور اپنی پسند کے خلاف بیانات رد کرتا ہے وہ نہ مصلح ہے اور نہ محقق۔۔۔۔۔ یاد آیا بقول حافظ محمد یوسف محقق پاکستانی علیہ الرحمہ (ریکارڈ کیپر، ریکارڈ آفس لائبریری، جے پور) جب ہندوستان کا مشہور مورخ پنڈت جادو ناتھ سرکار، اورنگ زیب عالم گیر پر مواد کی فراہمی کے سلسلے میں سنٹرل ریکارڈ آفس لائبریری (جے پور) پہنچا تو اس کو عہدہ عالم گیری سے متعلق ایسا مستند قلمی مواد دکھایا گیا جس سے اورنگ زیب عالم گیر کے اچھے پہلوؤں پر روشنی پڑتی تھی مگر اس نے اس لئے قبول نہ کیا کہ اس کو اورنگ زیب کی سیرت مسخ کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنی تھی۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل نے انبیاء و صلحاء کے حق میں یہی طرز عمل اختیار کیا۔ جو انصاف پسند طبائع کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے۔۔۔۔۔ جب پسند ہی بنیاد ٹھہری تو پسند کا حال تو ڈانوں ڈول ہے کبھی ایک چیز ایک وقت خاص میں اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دوسرے وقت بُری لگنے لگتی ہے۔۔۔۔۔ کچھ ہی حال تقویۃ الایمان اور اس کے مؤیدین و مقبضین کا ہے۔۔۔۔۔ وہ باتیں جو انبیاء علیہم السلام اور صلحائے اُمت کے لئے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وہ اپنے اُستادوں اور شیوخ کے لئے اچھی لگنے لگتی ہیں۔۔۔۔۔ یا جو باتیں دوسروں کے کرنے سے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وہ خود کرنے سے اچھی ہو جاتی ہیں۔۔۔۔۔ یہ ایک دلچسپ مطالعہ ہے۔۔۔۔۔ راقم کے سامنے ایسے بہت سے شواہد و نشانات ہیں۔۔۔۔۔ صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک انبیاء و صلحاء سب بے بس ہیں۔۔۔۔۔ اُن کو ذرہ برابر اختیار نہیں۔۔۔۔۔ مگر تقویۃ الایمان کے اس اڈیشن میں جو ہمارے سامنے ہے، جامع و مرتب مولانا محمد عبدالعزیز صاحب نے مولوی اسماعیل کے قدرت و اختیار کا اس طرح ذکر فرمایا ہے :-

نہیں اتنا قابو پایا تھا کہ جب چاہیں سو جائیں اور جب چاہیں
جاگ اٹھیں۔۔۔۔۔

حالانکہ قرآنی آیات بتا رہی ہیں کہ اختیار تو خدا کو ہے کہ جب چاہے سلاتے، جب چاہے اٹھائے اور جب چاہے سوتے سوتے اپنے پاس بلا لے۔

عبارات تقویۃ الایمان

اب ہم ان عبارات و کلمات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو تقویۃ الایمان میں آج بھی موجود ہیں اور جس پر علمائے اسلام کی ایک کثیر جماعت معترض ہے۔ یہاں ہم چیدہ چیدہ صرف ۱۶ عبارات نقل کرتے ہیں۔۔۔۔۔ علمائے اسلام کا اعتراض صحیح ہے یا یہ محض ایک فتنہ انگیزی ہے جس کا داعیہ نفسِ امارہ ہے۔ اس کا فیصلہ مندرجہ ذیل حقائق و شواہد کی روشنی میں بخوبی کیا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ تقویۃ الایمان کی عبارات ملاحظہ فرمائیں :-

پہلی عبارت :-

جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دے دیا، اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل شخص کو دے دیا کیونکہ خدا سب سے بڑا ہے اور خدا کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیت ہے، جیسے کوئی تاج شاہی ایک چار کے سر پر رکھ دے۔ لے

دوسری عبارت :-

جب ہمارا خالق اللہ ہے تو ہمیں اپنے تمام مشکل اوقات میں اسی کو پکارنا لائق ہے، کسی اور سے ہمیں کیا واسطہ؟ جیسے کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہو گیا تو وہ اپنی ضرورت اپنے بادشاہ ہی کے پاس لے جائے گا۔ اُسے دوسرے بادشاہوں سے کیا واسطہ؟ کسی بھنگی، چار کا تو ذکر ہی کیا ہے؟

تیسری عبارت :-

یقین مانو ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب ترین فرشتہ،
اُس کی حیثیت شانِ الوہیت کے مقابلے پر ایک چار کی حیثیت سے
بھی زیادہ ذلیل ہے۔ ۱

چوتھی عبارت :-

تمام انبیاء و اولیاء اس کے سامنے ایک ذرے سے بھی کم تر ہیں۔ ۲
مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل کے نزدیک کسی بھی حالت میں غیر اللہ
سے استعانت جائز نہیں۔ نیز یہ کہ انبیاء علیہم السلام اور صلحائے اُمت شانِ الوہیت کے سامنے ذرے،
بھنگی اور چار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)

جہاں تک غیر اللہ سے استعانت کا تعلق ہے انبیاء تو انبیاء غیر انبیاء سے بھی استعانت کا
حدیث شریف میں حکم ہے مثلاً ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی جنگل میں راستہ بھول جائے، او
کوئی رہبر نہ ملے تو یہ کہے :-

يَا عِبَادِ اللَّهِ اَعِيْزُوْنِيْ ! ۳
اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو!

اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جو نظر نہیں آتے مگر پکارنے پر بھولے بھٹکوں کو راستہ
بتلاتے ہیں۔

موتی سی بات ہے جو بچوں کی سمجھ میں بھی آسکتی ہے۔ کسی کو اللہ سمجھ کر مانگنا اور

۱ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۳

۲ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۶

۳ شمس الدین محمد بن محمد بن یوسف البحرری: حصین حصین، مصر، ص ۲۲

بات ہے اور اللہ کا بندہ سمجھ کر مانگنا اور بات ہے۔ مانگنے، مانگنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مگر جو ایہ کہ وہ ساری آیات جو اللہ سمجھ کر مانگنے کے متعلق تھیں اور جن کا تعلق سر اسر کفار و مشرکین سے تھا ان کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا گیا جو محبوبانِ خدا سے اللہ کا مقرب بندہ سمجھ کر مانگا کرتے تھے، اس طرح اچھے خاصے مسلمانوں کو کفار و مشرکین کی فہرست میں شامل کر کے ان کا قتل عام کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ حقیقت میں روتے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کے بندوں سے اللہ سمجھ کر مانگتا ہو۔ اور بغیر عطائے ربانی کے کسی کو صاحب اختیار و اقتدار تسلیم کرنا ہو۔

مذکورہ اقتباسات میں مولوی اسماعیل نے انبیاء و صلحاء خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہ لفظوں میں ڈرہ، بھنگلی اور چار سے زیادہ اذیت ناک الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جن کو لکھتے ہوئے بھی قلم لرز رہا ہے۔ چار اور بھنگلی ہندوؤں کی بیچ قومیں ہیں۔ اس لئے محبوبانِ خدا کو بدترین کفار و مشرکین اور مغضوبین سے تشبیہ دینا بلکہ ان سے بدتر کہنا کہاں تک درست ہے؟ عقل سلیم جواب دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ میں بتی ہوتی تصاویر مٹانے کا حکم دیا مگر حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تصاویر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھ لیا۔ باقی تصاویر مٹا دی گئیں اور تصویریں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے مٹائیں اور ان کی جگہ زعفران مل دی کہ اس جگہ کو حضرات قدسیہ سے ایک قسم کی نسبت تو تھی ورنہ زعفران لگانے کی چنداں ضرورت نہ تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نسبتوں کا اتنا خیال فرمایا۔ مگر مولوی اسماعیل نے انبیاء علیہم السلام کی ذواتِ عالیہ کو جن کی جعلی تصاویر کا محض نسبت کی وجہ سے

۱۔ علی بن برہان الدین الجلی: سیرت جلیبہ، جلد دوم، مطبوعہ بیروت، ص ۸۷

۲۔ ابی الولید محمد بن عبداللہ الارزقی: اخبار مکہ مطبوعہ مکہ مکرمہ، ۱۳۵۲ھ، جلد دوم، ص ۱۲۰-۱۲۱

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا خیال فرمایا، بھنگی اور چار سے بھی بدتر لکھا ہے۔ جھوٹی
تصاویر کو نسبت تھی سچے انبیاء اور ملائکہ سے تو ان کا اتنا لحاظ رکھا گیا۔ جن سچے انبیاء
کو سچے خدا سے نسبت ہے ان کا پاس و لحاظ نہ کرنا خلاف عقل بھی ہے، خلاف ادب بھی۔
اور خلاف قرآن و حدیث بھی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے کہ انہوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا:-

واللہ لعلہ انک حجاراً تضر ولا تنفع ولولا انی رأیت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استلمک ما استلمتک فاستلمہ

(ترجمہ) سچدائیں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ

نفع۔ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا

تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ پھر آپ نے بوسہ دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے بوسہ کی لذت حاصل

کی اور صاف صاف فرما دیا کہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم نے اس پتھر کو بوسہ کے

قابل بنا دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے سلسلے میں بہت سی آیات و احادیث ہیں،

جن میں بہت سی پچھلے اوراق میں ذکر کر دی گئیں اور بہت سی آیات و احادیث آگے آئیں گی۔

صاحبِ تہذیبِ الایمان نے تو انبیاء و صلحاء کو ارفال ترین مخلوق میں شمار کیا ہے مگر خود حق تبارک و

تعالیٰ ایسی مخلوق سے ان کو ممتاز فرما رہا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں مشرکین عرب کی

بُت پرستی اور بُتوں سے التفات کا ذکر ہے تو وہاں بُتوں کے مقابلے میں اپنے مجبُوبوں کے مقام کو

تمثیلی انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:-

پہلی تمثیل :-

”ایک غلام ہے جو بالکل دوسروں کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔۔۔۔۔ اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے بہت سا صاف ستھرا مال عطا فرمایا ہے اور وہ اُس کو پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا ہے۔۔۔۔۔ تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں۔۔۔۔۔ الحمد للہ! لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے“ لے

دوسری تمثیل :-

”دو آدمی ہیں، ایک ان میں سے گونگا اور دوسروں کی ملک ہے۔۔۔۔۔ بے اختیار و ناتواں۔۔۔۔۔ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور اپنے مالک کو دو بھر ہو رہا ہے، جہاں اُسے بھیجتا ہے کبھی بھلائی نہیں لاتا۔۔۔۔۔ کیا ایسا گونگا، بہرا اور وہ شخص جو سنتا، بولتا اور لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے دونوں برابر ہیں؟“ لے

پانچویں عبارت :-

ربیع انصاریہ کی شادی کے موقع پر آپ ان کے پاس آ بیٹھے۔۔۔۔۔ بچوں نے گانے میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے۔

(وفینا نبی اعلم ما فی غد)

آپ نے اسے منع کیا اور فرمایا یہ بات نہ کہو معلوم ہوا کہ کسی بڑے سے

لے القرآن الکریم، سورۃ النحل، ۷۳

لے القرآن الکریم، سورۃ النحل، ۷۶

بڑے انسان کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب داں ہے ایسے
لیکن یہ بات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے کی کسی کو جرأت ہے جو بعد نماز ظہر منبر مسجد پر
تشریف فرما ہو کر آثار قیامت کے بارے میں اخبار غیبیہ کا اعلان فرما رہے ہیں۔ اور پھر یہ ارشاد فرمایا ہے
من احب ان یسئلنی عن شیء فلیسألنی عنہ فواللہ لایستأونی عن شیء
الا استبرئکریہ۔ ۲

(ترجمہ) جو شخص مجھ سے کچھ پوچھنا پسند کرتا ہے وہ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھ لے کہ خدا
کی قسم تم مجھ سے جو بات پوچھو گے میں تم کو بتاؤں گا۔
اور کیا یہ بات مذاہج رسول، جلیل القدر صحابی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے
بھی کسی کو کہنے کی جرأت ہے جنہوں نے یہ ملاحظہ فرمایا:-

نبی یرى ما لا یر الناس حوله ویتوا کتاب اللہ فی کل مشہد
فان قال فی یوم متالتا غائب فتصدیقها فی ضحوة الیوم او غدا
(ترجمہ) ایسے نبی ہیں کہ وہ دیکھتے ہیں جو دوسروں کو نظر نہیں آتا، ہر جگہ گاہ میں کتاب اللہ پڑھتے
ہیں۔ اگر کسی دن کوئی غیب کی بات بتاتے ہیں تو اسی دن یا دوسرے دن اُس کی تصدیق ہو جاتی ہے
قطع نظر اس روشن حقیقت کے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
غیب داں سمجھتے تھے اگر مندرجہ بالا حدیث شریف پر غور کیا جائے تو اس سے مستند رجحان ذیل باتیں
مستنبط ہوتی ہیں:-

(۱) بچوں تک وہی بات پہنچتی ہے جو گھر گھر عام ہو چکی ہو۔ بچوں کو کیا پڑھی کہ خواہ مخواہ

۱۔ اجمعین و بلوی، تقویت الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۳۴-۳۵

۲۔ جلال الدین سیوطی، بحوالہ نفس الکبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص ۱۰۷

۳۔ حسان بن ثابت، دیوان حسان مطبوعہ بیروت، ص ۱۴۴

اللہ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے اختیار نہیں کیا مگر اپنا دل چاہا تو بیک جنبشِ قلم بے اختیار بنا دیا اور اس طرح نہایت بے باکی سے خدا کے اختیار کو بھی اپنے اختیار میں لے لیا۔ جو اندازِ گفتار مولوی اسماعیل نے اختیار کیا ہے یہ انداز تو قرآن کریم میں بھی نظر نہیں آتا۔

یہاں یہ امر باعثِ تعجب ہو گا کہ مولوی اسماعیل جس اختیار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ثابت نہیں مانتے وہی اختیار جامع تقویۃ الایمان، مولوی اسماعیل میں ثابت کر رہے ہیں، جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے۔ خود قرآن کہتا ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے سُلا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے اٹھا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سوتے سوتے اٹھا لیتا ہے۔ تو سونا اور سونے کے بعد جاگنا تو اللہ کے اختیار میں ہے، مگر مولوی اسماعیل میں اس اختیار کو ثابت کیا گیا ہے۔ اس طرح وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختیار و اقتدار میں سبقت لے گئے۔ (معاذ اللہ)

اس اقباس میں ایک اور بات نہایت افسوس ناک نظر آتی ہے کہ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام سے اجتناب کیا گیا۔ کم از کم یہ بات ایک مسلمان عالم سے متوقع نہیں۔ مگر یہ حقیقت مزید حیرت ناک ہے کہ پیش نظر پوری تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان میں نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام نہیں حتیٰ کہ اگر حدیث میں ہے تو ترجمہ میں نہیں اور ہے تو مجمل و مختصر، صرف اشارہ۔ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ تنگ دلی ایک معمولی مسلمان کو بھی زیب نہیں دیتی چہ جائیکہ وہ حضرات جو مرشد و مصلح بن کر سامنے آئیں۔

نہ معلوم یہ کاتب کی غلطی ہے یا مصنف کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کا اندازہ تو بہت سی آیات و احادیث سے ہوتا ہے۔ صرف یہی ایک آیت کافی ہے جو بتا رہی ہے کہ نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب اختیار و اقتدار ہیں بلکہ طلب کرنے والے آپ کے وسیلے سے اختیار و اقتدار طلب کیا کرتے تھے۔ غور فرمائیں۔

اس اقتباس میں مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے گنہ گار پیروں کی خوب مدافعت فرمائی ہے اور گنہ گاروں کی تقریباً ساری اقسام گنہ گاری ہیں، یقیناً یہ اقتباس ان کے متبعین کے لئے وجہ سکون و طمانیت ہوگا۔ غیر اللہ سے مدد لینے والا اور اس حدیث پاک پر عمل کرنے والا یا عباد اللہ اعدیوں یا ایسا مشرک ہے، زمانے بھر کے گنہ گار جس کے پاس گنہ گاری نہیں۔ پھر اس اقتباس میں غیر اللہ سے استعانت کا ذکر نہیں بلکہ "مانتے" کا ذکر ہے اور غیر اللہ کو ماننے بغیر انسان مسلمان ہوتا نہیں۔ اور یہاں فرما رہے ہیں کہ ماننے سے مشرک ہوتا ہے۔ خدا جانے رواروی میں ایسی بات کیوں لکھ دی جو ان کے اپنے عقیدے میں داخل نہیں یعنی رسولوں اور فرشتوں کو ماننا جو غیر اللہ ہی ہیں۔

یہاں جملہ معترضہ کے طور پر ایک واقعہ نقل کرتا چلوں۔ مولوی اسماعیل کے مؤیدین اور متبعین کی مساجد میں خطبہ جمعہ سے قبل اور خطبہ جمعہ میں خطبہ و ائمہ کا موضوع کفر و مشرک ہی رہتا ہے۔ ضلع تھریپارکر (سندھ) میں شہر مٹھی میں راقم نے تین سال گزارے۔ وہاں جامع مسجد میں خطیب صاحب دو جمعہ مسلسل کفر و مشرک پر بولتے رہے، جب تیسرے جمعہ بھی یہی تقریر فرمائی تو نماز جمعہ کے بعد خلوت و تنہائی میں راقم نے دریافت کیا کہ مسیحی میں نمازی مسلمان تھے یا کافر و مشرک؟ انہوں نے فرمایا کہ "مسلمان"۔ راقم نے عرض کیا مگر مسلسل تین جمعوں سے تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ مجمع کفار و مشرکین میں تقریر فرما رہے ہیں۔ اس پر وہ نادم ہوئے اور آئندہ جمعہ سے مغضوبوں کے بجائے محبوبوں کا ذکر کرنے لگے۔ قرآن میں کفار و مشرکین کا اس لئے ذکر ہے کہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو اس کے اولین مخاطب یہی لوگ تھے، اب ان آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا کھلی خیانت اور دیدہ دلیری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کی بات چل نکلی تو یہ عرض کرتا چلوں کہ جب ہم یہ دیکھتے، سنتے اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختار ہیں تو گویا ہم اپنے قول و عمل سے

یہ گواہی دے رہے ہیں کہ جب ان کے اختیار کا یہ عالم ہے تو اُس کے اختیار کا کیا عالم ہو گا جو مختارِ مطلق ہے! ————— وہ مظہرِ صفاتِ الہیہ ہیں۔ ان کی ذاتِ قدسی ہر صفت کی جلوہ گاہ ہے۔ ————— صفات کا اقرار، ذات کے اقرار کے لئے لازمی ہے۔ ————— جو صفات سے انکار کرتا ہے اُس کی رسائی ذات تک نہیں ہو سکتی۔ ————— جب یہ کہا جاتے کہ اقتدارِ اعلیٰ صدرِ مملکت کے پاس ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مملکت کے سارے وزیر و امیر بے دست و پا ہیں۔ بلکہ اقتدارِ اعلیٰ کا ایک مرکز پر مرکوز ہونا اس بات کی روشن علامت ہے کہ مملکت میں صاحبِ اختیار و اقتدار حضرات بھی موجود ہیں، یہاں ————— طوائفِ الملکو کی نہیں۔ ————— ایک نظامِ حکومت ہے۔ ————— جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اختیاری کی بات کرتے ہیں اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی آیات و احادیث تلاش کرتے ہیں، اُن کو اپنے عمل پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ ————— ایک مسلمان کو یہی کرنا چاہیے؟ ————— کیا خاروں میں گل تلاش کئے جاتے ہیں یا گلوں میں خار؟

ابوداؤد شریفین میں یہ حدیث ہے کہ ایک دیہاتی صحابی دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور دُعا کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کو شفیع بنانا چاہتے ہیں۔ ————— آپ نے ازراہ انکسار ارشاد فرمایا:۔

”اللہ پاک کسی سے سفارش نہیں کرتا۔“

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہے۔ اور مجمع صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر ایک روحانی کیفیت طاری ہو گئی۔ ————— مگر مولوی اسمعیل نے اس کیفیت کو نہایت ہیبت شکل میں پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

اکھویں عبارت

سُبْحَانَ اللَّهِ! اور تمام انسانوں میں سے افضل انسان، محبوب خدا، احمد
مجتبے محمد رسول صلعم (کذا) کی تو یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے
ایک نامعقول بات نکل گئی تو آپ کے دہشت کے مارے ہوش
ارگئے۔

اس موقع پر مولوی اسمعیل خلاف معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ادب و احترام سے
پیش آئے ہیں اور یہ غالباً اس لئے کہ جو تلخ بات وہ کنا چاہتے ہیں، نہ کھٹکے۔ مگر حسب معمول
دُرود و سلام بھول گئے اور اشارہ پر ہی اکتفا کیا، بہر کیف اس انداز بیان کو علم معانی و بیان میں
تاکید الذم بمایشبہ المدح کہہ سکتے ہیں یعنی مذمت کی تاکید ایسے الفاظ کے ذریعہ کرنا جو
بظاہر مدح معلوم ہوتے ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ظاہر میں شفیع بنانا مولوی اسمعیل کو اچھا معلوم نہیں ہوتا حالانکہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف عالم ظاہر بلکہ عالم آخرت میں بھی گنہ گاروں کے شفیع ہیں۔
یہ ڈھکی چھپی بات نہیں، بالکل ظاہر و باہر ہے۔ عالم ظاہر میں شفاعت پر
تو یہی ایک آیت کافی ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

اے معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع بنانا ایک نامعقول بات ہے۔ خود قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے
عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا۔ (بنی اسرائیل: ۷۹) یہاں مقام محمود سے مراد مقام
شفاعت ہی ہے۔ اس کے علاوہ آیت مذکورہ و كَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ الخ اسی حقیقت
پر دلالت کرتی ہے۔ مسعود

۱۷ اسمعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۷

الرَّسُولُ نُوَجِّدُ وَاللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝

(ترجمہ) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اُن کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

ایک حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عظمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
اذ كان يوم القيامة كنت امام النبيين وخطيبهم وشفاعتهم
غير فخر۔ ۳

(ترجمہ) قیامت کے دن میں انبیاء کا امام اور خطیب اور اُن کا صاحب شفاعت ہوں گا اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔

ان تمام حقائق کے باوجود مولوی اسماعیل نے اپنے مطلب کی بات نکالی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کام کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور شفیع بنانا نامعقول بات ہے۔ (معاذ اللہ)۔
پھر اگر نامعقول بات ہے تو ہوش اُس کے اُڑنے چاہئیں جو نامعقول بات کہے
سننے والے کے ہوش اُڑنا عجیب بات ہے اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش
قلبِ مسلم یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنا کہ :-
”دہشت کے مارے ہوش اُڑ گئے“

انتہا درجہ کی بے باکی اور گستاخی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش تو اُس وقت بھی قائم
رہیں گے جب قیامت کی دہشت سے سب کے دل دہل رہے ہوں گے اور سب حیران و

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ النساء، ۶۴

۲۔ (ا) امام محمد بن عیسیٰ، ترمذی شریف، جلد دوم، ص ۲۰۱

(ب) جلال الدین سیوطی، خصائص الکبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص ۲۲۴

پریشان ہوں گے۔۔۔۔۔ آپ ہی دربارِ الہی میں سب سے پہلے حاضر ہوں گے۔

قرآن حکیم میں جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب پہاڑ پر تجلیاں جلوہ ریز ہوئیں تو اس کی تاب نہ لاکر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔
موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

اسی قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ
آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ر آپ نے پروردگار کی بڑی بڑی تجلیاں اور نشانیاں دیکھیں مگر مَا
زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ بے ہوش ہونا تو بہت دور کی بات ہے آپ نے تو آنکھ بھی نہ جھپکی
اور نظر بھی نہ بہکی۔۔۔۔۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ جس صفحے پر مولوی اسمعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ نشانی
کلمات لکھے ہیں اسی صفحے پر یہ شعر بھی لکھا ہے۔

از حق انخواہیم تو فنیق ادب

بے ادب محروم گشت از فضل رب

اللہ اللہ! توفیق ادب کی التجا ہے اور بے ادبی ہوتی جا رہی ہے، سچ ہے ع

بے ادب محروم گشت از فضل رب

نویں عبارت

ایک حدیث شریفہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے فرمایا:-

یوں نہ کہ جو اللہ نے چاہا اور محمدؐ نے چاہا بلکہ یوں کہ جو جس کو اللہ وحدہ لا شریک
نے چاہا۔ ۱

یہ کلمات نا تمام نقل کیے۔ اصل الفاظ یہ ہیں :-

لا تقولوا ما شاء الله و شاء فلان ولكن قولوا ما شاء الله
شع شاء فلان۔ ۲

(ترجمہ) یہ نہ کہ جو اللہ نے چاہا اور فلاں نے چاہا بلکہ یوں کہ جو اللہ نے چاہا پھر
فلاں نے چاہا۔

اس حدیث شریف میں حضورؐ تو حضورؐ، غیر کی چاہت سے بھی اعراض نہیں کیا گیا مگر چاہنے
کا سلیقہ بتا دیا۔ مگر مولوی اسمعیل دہلوی نے حدیث شریف کا وہ حصہ نقل کر کے جس سے ان کی
مزعومہ بات ثابت ہوتی تھی یہ نتیجہ اخذ کیا :-

دسویں عبارت

یعنی شان الوہیت میں کسی مخلوق کو دخل نہیں، خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور کیسا
ہی مقرب کیوں نہ ہو مثلاً یوں نہ کہا جائے کہ اللہ اور رسول چاہے گا تو کام
ہو جائے گا کیونکہ دنیا کا سارا کاروبار اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول
کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ۳

تخیل قبلہ کا واقعہ رسول علیہ السلام کی چاہت کا ایک ادنیٰ معجزہ ہے۔ ایک چہرے کے پھرنے
سے سارے عالم کے چہرے پھر گئے۔ یہ کوئی معمولی بات ہے؟

۱۔ اسمعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۴۹

۲۔ قطب الدین خان، مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف، جلد اول، لاہور، ص ۵۱۰

۳۔ اسمعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۴۹

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا
قَوْلٍ وَجْهِكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا
وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ

(ترجمہ) ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف مُنہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں
پھیر دیں گے اُس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا مُنہ پھیر دو
مسجدِ حرام کی طرف اور آئے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا مُنہ اس طرف کرو۔
کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۷

اے زبے شانِ عبدیتِ تری تو جدھر ہے اُدھر خُدائی ہے
ایک دوسری آیت میں اس چاہت کی مزید تشریح کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-
وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُوْلَ
مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقْبَيْهِ ۗ

(ترجمہ و تفہیم) جس قبلے کی طرف تمہاری نگاہ کہہ م تھی ہم نے اُس کو اس لئے قبلہ بنایا
کہ یہ اعلانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون تمہاری چاہت کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے تمہاری پیروی
کرتا ہے اور کون اس چاہت کو ٹھکرا کر اُلٹے پاؤں پھرتا ہے۔

کیا خوب کہا ہے ۸

کعبہ کا کعبہ رُوئے مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کو جس نے ٹھکرایا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور وہ مردود ٹھہرا۔
اسی لئے خلیفہ ہارون الرشید کے دسترخوان پر جب کدو پک کر آیا۔ ایک صاحب نے کہا کہ

”اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔“

مولوی اسماعیل نے حسب معمول ان منکسرانہ الفاظ کو حقیقت پر محمول کر کے جو نتیجہ نکالا وہ یہ ہے :-

بارہویں عبارت

یعنی تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، جو بہت بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ اُس کی بڑے بھائی کی تعظیم کرو، باقی سب کا مالک اللہ ہے۔ عبادت اسی کی کرنی چاہیے۔ معلوم ہوا کہ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، خواہ انبیاء ہوں، اولیاء ہوں، وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوتے بے

حدیث شریف میں صرف ”بھائی“ کا ذکر ہے، چھوٹے بڑے کا نہیں۔ مولوی اسماعیل نے لفظ ”بھائی“ کو حقیقت پر محمول کر کے اس کی تقسیم کی اور چھوٹے بڑے بھائی کا بزعم خود تعین کیا، اس کے علاوہ حدیث شریف میں ”بے بسی“ کا کوئی ذکر نہیں لیکن چونکہ مولوی اسماعیل انبیاء و اولیاء کو بے بس دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے یہ بات اپنے دل سے نکال لی۔ مولوی اسماعیل کی تشریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ ”بڑے بھائی“ کا درجہ دینے کے لئے تیار ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم بھائی تو بھائی آپ کو باپ کہنے کی بھی ممانعت کر رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ
وَحَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ

۱۔ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص ۷۱
۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۴۰

(ترجمہ) محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب
نبیوں میں پچھلے۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ :-

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ

(ترجمہ) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان
کی مائیں ہیں۔

یہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم باپ سے زیادہ عزیز ہو اور جان سے زیادہ مالک و محبوب ہو
اُس کو بڑا بھائی "کننا کس قدر جرات و بے باکی کی بات ہے۔

تذکیر الاخوان مولوی اسماعیل سے منسوب کی جاتی ہے اس میں سورۃ الحجرات کی ایک آیت کی
تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

تیرھویں عبارت

یعنی طاقتور مسلمان بڑا بھائی "اور کمزور مسلمان چھوٹا بھائی" ہے۔ اور
غیر مسلم بھائی ہے ہی نہیں۔ پھر بادشاہ ہو یا امیر، حاکم ہو یا وزیر، مولوی ہو
یا مفتی، مشائخ ہو یا پیر اور امیر یا فقیر بھائی سے زیادہ کسی کی حقیقت نہیں
جب مسلمان کے لئے یہ بات ہے تو کافروں کو تو گدھوں،

گتوں یا چوڑے چاروں کی طرح سمجھنا چاہیے۔ ۲

اس اقتباس سے تو یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و صلحاء بڑے بھائی "بھی نہیں بلکہ چھوٹے بھائی"
ہیں کیونکہ مولوی اسماعیل کے نزدیک وہ کمزور ہیں اور معاذ اللہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۶

۲۔ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۸

اگر ان اقتباسات پر زیادہ غور و فکر فرمائیں تو ادر تلخ حقائق سامنے آتے ہیں۔
 پچھلے بہت سے اقتباسات میں انبیاء و اولیاء کو اللہ کی شان کے آگے (معاذ اللہ) چارہ ہی
 نہیں چار سے زیادہ ذیل کہہ آئے ہیں اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ کافروں کو چوڑے، چاروں کی طرح
 سمجھنا چاہئے، تو معاذ اللہ کفار و مشرکین، انبیاء و اولیاء سے ایک درجہ اوپر ہوئے۔ کیوں کہ کفار
 چار کی طرح اور وہ معاذ اللہ چار سے زیادہ ذیل۔ اور بقول مولوی اسماعیل، کافر بھائی ہے
 ہی نہیں تو معاذ اللہ جو ان سے نیچے درجے پر ہوا وہ کیسے بھائی ہوا؟۔ اس قسم کا
 اظہار خیال تو دور جدید کے کسی غیر مسلم نے بھی نہ کیا۔ ان کلمات کو سن کر غیر مسلموں کے
 سامنے ہماری نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ افسوس صد افسوس یہ کیا لکھ دیا!
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو یہ فرماتے ہیں:-

ان الله فضل محمد صلى الانبياء و على اهل السماء. لے
 اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور کل نبیوں پر فضیلت دی۔
 اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:-
 انا اكرم الاولين والاخرين على الله ولا فخر. لے
 میں اللہ کے نزدیک اولین و آخرین سے بہتر ہوں اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔
 اور قرآن حکیم نے جو آپ سے اُلفت و محبت کا معیار رکھا ہے، وہ ہرگز معاشرے کے کسی بڑے
 بھائی کے لئے نہیں رکھا جاتا، غور کرو، خوب غور کرو۔ ارشاد ہوتا ہے:-
 قُلْ اِنْ كَانَ اَبَاكُمْ الْاَخِ لَسَ

۱۔ محمد ابو عبد اللہ ولی الدین مشکوٰۃ المصابیح: باب فضائل سید المرسلین، فصل ثالث، مطبوعہ دہلی

۲۔ ایضاً، ص ۵۱۴

۳۔ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۲۴ (یہ آیت صحیحے آپ کی ہے)

(ترجمہ) آپ فرمادیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سود جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسینا کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ الخ

اور اس آیت کی تشریح و تفسیر مزید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے :-

لایومن احدکوحتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین ۱

(ترجمہ) تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُس کے نزدیک اُس کے والد اُس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اور ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ ایمان کی حلاوت اُس کو ملے گی۔

من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواہما۔ ۲

(ترجمہ) جس شخص کے نزدیک اللہ اور اُس کا رسول تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔

یقیناً یہ کوئی عظیم شخصیت ہے جس سے محبت کے لئے اس قدر قداکارانہ اور جانثارانہ جذبے

کی ضرورت ہے۔ ہاں یہ اتنی عظیم ہے جس کا تعارف خود خدا کر رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

ولقد خلقت الدنیا واهلہا لاعرفہم کوامتک ومنزلتک لوکاک

ما خلقت الدنیا۔ ۳

(ترجمہ) میں نے دنیا اور مخلوقات دنیا اس لئے بنائی کہ میری بارگاہ میں جو تمہاری عزت و

۱۔ محمد بن اسمعیل: بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۸، حدیث ۱۴

۲۔ بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۱۴، حدیث ۲

۳۔ احمد زینی الدجلان مکی: السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ، علی حاشیہ سیرت الحبلیہ، بیروت، ص ۷ (بہ ایت ابن عساکر)

منزلت ہے ان پر ظاہر کروں، اگر تم نہ ہوتے تو میں دُنیا نہ بناتا۔

غور کرو، دُنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء۔۔۔۔۔ دار الجزاء کا دار ومدار دار العمل پر ہے جب دار العمل ہی نہیں تو دار الجزاء کیسا، اس حدیث کا اب یہ ترجمہ ہو گا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں دُنیا و آخرت پیدا نہ کرتا۔ چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے:-

لولا محمد ما خلقتك ولا ارضا ولا سماءا۔ لے

(ترجمہ) (اے آدم) اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو نہ میں تجھے پیدا کرتا اور نہ آسمان و زمین کو بناتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلال رسالت لےئے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں:-

ا۔ يا عمرا تدرى من انا؟ انا الذي بعثني الله في التوراة

لموسىٰ وفي الانجيل لعيسىٰ وفي الزبور لداودؑ ولا فخر لي

(ترجمہ) اے عمر تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟۔۔۔۔۔ میں وہ ہوں

جس کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے لئے تورات میں مبعوث فرمایا، عیسیٰ کے

لئے انجیل میں اور داؤد کے لئے زبور میں مبعوث فرمایا۔۔۔۔۔ اور

اس پر مجھے کوئی غرور نہیں۔

ب۔ يا عمرا تدرى من انا؟ انا اسمي في التوراة احميد وفي

الانجيل البارقليط وفي الزبور حميا ط وفي صحف ابراهيم

طاب طاب ۳

(ترجمہ) اے عمر! تم کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟۔۔۔۔۔ میں وہ ہوں

۱۔ احمد زینی الدحلان مکی: السیر النبویۃ الآثار المحمدیہ، علی حاشیہ سیرت الحلبیہ، بیروت، ص ۵

۲، ۳۔ علی بن برہان الدین الحلبی: سیرت حلبیہ، مطبوعہ مصر، ص ۲۳۳

جس کا نام تورات میں "احید" ہے اور انجیل میں "بارقلیط" ہے، زبور میں "حمیاطا"
ہے اور صحیفہ ابراہیم میں "طاب طاب"۔

کیا ایسی عزت والے اور ایسی منزلت والے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے یہ خیال بھی کیا
جاسکتا ہے کہ وہ ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہیں اور اللہ کے بے بس بندے؟
ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کا عالم اس آیت
شریفہ سے ظاہر باہر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا
اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ
رَاغِبُونَ ۝ ۷۰

(ترجمہ) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ اور رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور کہتے
خدا کافی ہے۔ اب ہمیں دے اللہ و رسول اپنے فضل سے، ہم اللہ کی
طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

مولوی اسماعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور رب تعالیٰ کے درمیان جو حد فاصل کھینچی ہے
خود رب تعالیٰ نے اس کو مٹا دیا اور اپنے ساتھ اپنے محبوب کا ذکر کر کے اس خیال کو باطل کر دیا کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے بے بس ہیں۔ بلکہ اس کی معیت کا بلکہ میں مختار ہیں۔
چنانچہ بخاری شریف میں ہے:-

انہ کان فقیروا فاغناہ اللہ ورسولہ۔ ۷۱

(ترجمہ) (ابن جمیل) فقیر تھا، اللہ اور اس کے رسول نے اُس کو غنی کر دیا۔

۷۱ القرآن الحکیم، سورۃ التوبۃ، ۵۹

۷۱ محمد بن اسماعیل البخاری: صحیح البخاری، جلد اول، باب قول اللہ تعالیٰ و فی الرقاب والغارمین،

مطبوعہ قصور، ص ۱۹۸

وہ بے بس کیسے ہو سکتا ہے جو دوسروں کو بھی غنی بنادے۔۔۔۔۔ ذرا غور تو کریں۔
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا بھائی کہنے میں مذہبی اور روحانی خطرات تو ہیں ہی مگر اس میں
 بہت سے نفسیاتی اور سیاسی خطرات بھی ہیں۔

ہر انقلاب برپا کرنے کے لئے کسی نہ کسی شخصیت سے ایسی چسپیدگی اور پیوستگی ضروری ہے
 جس سے فداکاری اور جاں نثاری کے تمام عناصر موجود ہوں، اگر یہ والہانہ تعلق نہیں تو کوئی انقلاب
 برپا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ تاریخ عالم پر نظر ڈالئے، آپ کو یہی کچھ دکھائی دے گا۔۔۔۔۔ گذشتہ
 نصف صدی میں ہندوستان، پاکستان، روس، چین، ویت نام وغیرہ میں ایسی شخصیتیں ابھریں
 قوم نے جن سے اپنے فداکارانہ تعلق کا مظاہرہ کیا اور انقلابات آئے۔۔۔۔۔ توجہ
 علاقائی انقلابات کے لئے قوم کا شخصیتوں سے ایسا والہانہ تعلق ضروری ہے تو غور کریں کہ جس
 ذاتِ قدسی نے سارے عالم کو متاثر کیا اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا اس سے کس کمال کی پیوستگی
 ضروری ہے یا نہیں؟۔۔۔۔۔ دُنیا میں اسلامی انقلاب کا سب سے بڑا محرک حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم سے ملتِ اسلامیہ کا یہی جان نثار تعلق ہے جو مطلوب و مقصودِ قرآن ہے۔۔۔۔۔
 مولوی اسماعیل نے تقریباً ۲۴۰ھ / ۸۲۴ء کے لگ بھگ بڑے بھائی "کانغرہ لکایا اور اس
 تعلق کو کمزور کیا جو سیاسی قوت کی جان ہے تو کیا ہوا؟۔۔۔۔۔ بالاکوٹ میں شکست
 ہوئی، پھر سکوتِ دہلی کا سانحہ پیش آیا اور عملاً ہندوستان ہاتھ سے چلا گیا، سلطنتِ عثمانیہ پر زوال آیا۔۔۔۔۔
 الغرض اس نعرے نے اسلامی ساکھ پر ضرب کاری لگائی۔۔۔۔۔ اور جب وہی قرآنی نعرہ
 لگایا گیا اور سب کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی طرف بلایا تو دُنیا نے دیکھا کہ سینہ گیتی
 پر ایک عظیم سلطنتِ پاکستان ابھر رہی تھی اور جب اس جذبہٴ عشق کو دبا دیا تو یہی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے
 ہو گئی اور ایک ہمہ گیر انتشار پیدا ہو گیا جو اسی وقت ختم ہوا جب علامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سینہ سپر
 ہو کر میدان میں آئے اور پھر دُنیا نے دیکھا کہ ایک تعمیری انقلاب آیا۔۔۔۔۔ تو اُن تمام شواہد
 کو سامنے رکھتے ہوئے دل خود بخود گواہی دیتا ہے کہ سیاست و حکومت کی بقا اور استحکام کے لئے بھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ اور جاں نثارانہ عشق و محبت لازمی ہے۔ ع
 دہر میں اسم محمد سے اُجالا کر دے

چودھویں عبارت

بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ انکسار فرمایا:-
 میں تو محض اُس کا بندہ ہی ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول کہو۔
 مولوی اسمعیل نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:-

مگر بشر رسول بن کر بھی بشر ہی رہتا ہے، بندہ ہونا ہی اُس کے لئے سبب
 فخر ہے۔ نبی بن کر بشر میں خدائی شان نہیں آجاتی اور خدا کی ذات میں
 نہیں مل جاتا، بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔ ۷

یہ بات مولوی اسمعیل کو خدا سے کہنی چاہیے کہ "بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔ کیونکہ خدا نے قرآن کریم
 میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس معیت و محبت کا اظہار فرمایا ہے اس کو دیکھ کر تو یہ شعر زبان پر
 آتا ہے ۷ تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو، نہ خدا ہو
 اللہ ہی کو معلوم ہے، تم کون ہو، کیا ہو؟

ایک حدیث شریف میں خود ارشاد فرمایا کہ "یا ابا بکر! والذی بعثنی بالحق لہو
 یعلمنی حقیقۃً غیر ربی"۔ اے ابو بکر! قسم ہے اُس کی جس نے سچائی کے ساتھ مجھے بھیجا
 میری حقیقت سوائے میرے پروردگار کے کسی نے نہ جانی۔ ہم کون اُن کے مقام کا
 تعین کرنے والے! خداوند تعالیٰ نے اپنی اور اپنے حبیبِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے

۷ اسمعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۳۳

۷ ایضاً، ص ۳۳

۷ محمد المہدی الفاسی: مطالع المسرات، فیصل آباد، ص ۱۲۹

انتظار کا عالم یہ ہے کہ ارشاد ہو رہا ہے :-

ان الجنة حرام على الانبياء حتى تدخلها يا محمد

وعلى الامم حتى تدخلها امتك۔ ۱۷

(ترجمہ) اے محمد جب تک جنت میں آپ داخل نہ ہوں گے تمام نبیوں پر جنت

کا داخلہ قطعاً بند رہے گا اور جب تک آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو

جائے گی، ساری امتوں کا داخلہ بند رہے گا۔

مولوی اسماعیل نے کہا کہ بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔ خدا سے نہ ملاؤ! مگر قرآن حکیم

جگہ جگہ کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا سے ملا رہا ہے۔ سنو :-

(۱) اَغْنَاهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ۔ ۱۷

(ترجمہ) اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیا۔

(ب) وَكَذَلِكَ أَنْهَرُوا مَا أَنْهَرُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ ۱۸

(ترجمہ) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول

نے ان کو دیا۔

(ج) اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ ۱۹

(ترجمہ) بے شک اللہ اور اس کا رسول تمہارا مددگار ہے۔

بہت سی آیات ہیں، کہاں تک عرض کیا جائے۔ ہاں ایک حدیث پاک

۱۷ علی بن ابیہان الدین الحلی: سیرت حلبیہ، مطبوعہ مصر، ص ۴۳۲

۱۸ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۴۷

۱۹ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۵۹

۲۰ القرآن الحکیم، سورۃ المائدہ، ۵۵

ضرور سماعت فرمائیں، جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلندی پر پہنچایا کہ عقل کے پر چل گئے
_____ سنئے :-

ان محمدًا یوم القیامة علی کرسی الرب بین یدی الرب
(ترجمہ) بے شک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اپنے رب کے
حضور اُس کی کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔

اب کس کی جرات ہے جو خدا سے یہ کہے کہ تو نے اپنے حبیبِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے
سامنے اپنی کرسی پر کیوں بٹھایا، یہ تو بشر ہیں، ان کو بشری کے مقام پر رکھ؟
پندرہویں عبارت

ایک حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے مولوی اسماعیل لکھتے ہیں :-
پہلے معنی کے لحاظ سے ایک چیونٹی کا سردار بھی آپ کو نہ مانا جائے کیونکہ
آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف کے مختار نہیں۔ ۲
ایسے الفاظ لکھتے ہوئے دل لرزتا ہے اور قلم کا پتلا ہے نہ معلوم مولوی اسماعیل نے کس دل
سے یہ باتیں لکھ دیں! _____

حدیث شریف میں آتا ہے :-

اعطیت الكنزین الاحمر والابيض۔ ۳

(ترجمہ) میرے ہاتھ میں سُرخ و سپید دونوں خزانے دے دیئے گئے۔
جب کوئین کے خزانے دے دیئے گئے تو اب یہ کہنا کہاں تک صحیح ہوگا کہ آپ کو اپنی طرف

۱۔ تجلی الیقین، مطبوعہ مراد آباد (۱۳۰۵ھ)، ص ۲۹ بحوالہ نسیم الریاض للعلامۃ الشہاب الخفاجی

۲۔ مولوی اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۷۶

۳۔ محمد ابو جعفر اللہ ولی الدین: مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، دہلی ۱۹۳۲ء، ص ۵۱۲

جو بات غیر مسلم ہوتے ہوئے ہر قبل روم پاکیا افسوس وہ بات مسلم و عالم ہوتے ہوئے صاحبِ تقویۃ الایمان نے نہ پائی۔۔۔۔۔ اب تاویل کرنے والا یہ تاویل کرتا رہے کہ اُن کا مقصد اُس اختیار و اقتدار کی نفی کرنا تھا جو صرف حق مجدد سے وابستہ ہے۔۔۔۔۔ مگر سوال کرنے والا سوال کر سکتا ہے کہ آخر اس کی ضرورت کیوں پیش آتی۔ اور اس بے ڈھنگے طریقے سے اس حقیقت کا اظہار کیوں فرمایا جس سے سرسرتنقیص رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی بُو آرہی ہے۔۔۔۔۔ کسی وزیرِ اعظم کو کوئی بادشاہ اختیار و اقتدار دے اور اُس کی رعیت میں سے اُٹھ کر کوئی یہ کہنے لگے۔ "اے وزیرِ اعظم! تیری کیا حقیقت ہے۔ تجھے تو ایک چیونٹی میں بھی تصرف کا اختیار نہیں، جو کچھ تجھے اختیار ملا ہے وہ تو بادشاہ نے دیا ہے۔"۔۔۔۔۔ مگر کسی کی جرأت نہیں جو یہ بات وزیرِ اعظم سے کہے۔۔۔۔۔ اور اگر کہے گا تو ہر درباری اُسے گستاخ ہی سمجھے گا حالانکہ جو کچھ اُس نے کہا غلط نہ تھا۔۔۔۔۔ تو غور کریں کہاں وہ دنیوی وزیر اور کہاں رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی جنابِ عالی!

سو کھویں عیارات

ایک حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے مولوی اسمعیل جبروتی انداز میں اپنے مزخومات کو اس طرح ثابت کرتے ہیں:-

میرا نام محمد ہے، میں خالق یا رازق نہیں، میں عام لوگوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں اور میرا شرف بندہ ہونے میں ہے، البتہ عوام میں اس بات سے جدا ہوں کہ میں اللہ کے احکام کو جانتا ہوں۔ لوگ نہیں جانتے۔ لہذا انہیں مجھ سے اللہ کا دین سیکھنا چاہیے۔ لہ

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغی جماعت کا امیر بنا کر پیش کرنا، کتنی بڑی جرأت ہے اور اہل دل کے لئے کس قدر تکلیف دہ ہے۔۔۔۔۔ کم از کم حدیث شریف کی تشریح لکھتے وقت نام محمد

کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیتے۔ مگر غیظ و غضب میں یہ باتیں بھول گئیں۔

ثابت یہ کرتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عام انسان کی طرح ہیں، خاص اس لئے ہو گئے کہ وہ احکام الہی جانتے تھے اور لوگ نہ جانتے تھے۔ اس سے تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ہر عالم دین مہتمم رسالت پر فائز ہے۔ (معاذ اللہ)۔ اسی انداز فکر نے دعویٰ نبوت کے لئے راہ ہموار کر

دی اور اب بھی بعض طبائع میں یہ انانیت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت کو ان کے سینے میں جگہ دے۔ آمین!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ علمی کا اندازہ تو اس حدیث شریف سے ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا:

ان اتقاہوا علمکم باللہ انا۔ لہ

(ترجمہ) بے شک تم میں سب سے زیادہ احکام الہی کا پاسدار اور ذات الہی کا جاننے

والا میں ہوں۔

اُس کی عظمت کا کیا ٹھکانہ جو نوعِ انسانی میں سب سے زیادہ ذات الہی کا عرفان رکھتا ہو!

کیا ایسی عظیم شخصیت کا اسی طرح تعارف کرانا چاہیے تھا جس طرح صاحبِ تقویۃ الایمان

نے کہا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حد درجہ غیر و انکسار تھا۔ چنانچہ امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے شمال ترمذی

شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کے باب میں اس قسم کی احادیث کا ذکر کیا ہے جس قسم کی

احادیث سے مولوی اسماعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارجِ عالیہ گھٹانے کی کوشش کی ہے۔

کسی کے تواضع و انکسار سے اُس کی کمتری پر استدلال کوئی معقول بات نہیں۔ مثلاً

تواضع میں کوئی عالم یہ کہے کہ فقیر کسی لائق نہیں، تو کوئی معقول آدمی اس عالم کو جاہل و نالائق نہیں

کہہ سکتا۔ تواضع و انکسار اسلامی تہذیب کا ایک حصہ ہے، مغربی تہذیب میں جس کا

نام و نشان نہیں۔ احادیث کی تشریح کرتے وقت اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیے۔

تاثرات و تمیزات

- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب و سوال کرنا ایسا ہے جیسے کوئی تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) جس نے رسول علیہ التَّحِيَّةِ والتَّسْلِيمِ کو پکارا اُس نے بھنگی اور چار کو پکارا۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے سامنے ذرے سے بھی کم تر اور چار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) جس کا نام محمد یا علی ہے اُس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) دو عالم کے تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے دبشت کے مارے ہوش اُٹ گئے۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بے بس بندے اور ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے توحید کے پردے میں یہ کہا کہ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چیونٹی کے بھی سردار نہیں۔۔۔۔۔ آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف کے

مختار نہیں۔ (معاذ اللہ)

○ آپ سُن چکے، کہنے والے نے یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام لوگوں کی طرح اپنے باپ سے پیدا ہوئے اور ان کو عوام پر صرف اس لئے برتری حاصل ہے کہ وہ اللہ کے احکام جانتے تھے اور لوگ نہ جانتے تھے۔ (معاذ اللہ)

آپ نے اہانت و گستاخی کے خارزاروں کو دیکھا جہاں اہل محبت کے قدم لٹکھڑاتے ہیں۔
جہاں الفاظ کی پکاروں اور معافی کی آہوں سے کلیجہ منہ کو آتا ہے اور سینے شق ہوئے جاتے

ہیں۔ اللہ اللہ۔ کیسی کیسی باتیں کہہ دیں۔ حریم عشق میں
کرام مچا ہوا ہے۔ آنکھیں اشکبار ہیں۔ دل نگار ہیں۔ کوئی تو

ان محبت کے ماروں کی خبر لے۔ کوئی تو ان کی آہیں سُنے۔ کوئی تو ان کے
نالے سُنے۔ ہاں یہ کس نے قیامت ڈھائی ہے؟ ہاں یہ کس نے

دل دکھایا ہے؟ ہاں یہ کس نے چرکا لگایا ہے؟ ہاں کسی کا نام نہ لو۔
ع آہوں سے ترارے اُٹھتے ہیں آنکھوں سے ریا بہتے ہیں

حریم عشق میں آگ لگاتی تھی۔ بکھانے والوں نے بچھا دی تھی۔
مگر پھر لگاتی جا رہی ہے۔ محبت والو! گھر کی خبر لو۔ ہاں اس کو اُجڑنے نہ دینا

یہ اُجڑ گیا تو جہان اُجڑ گیا۔

رونق ہستی ہے عشقِ حسانہ ویراں ساز سے

انجمن بے شمع ہے گر برقِ حسد من میں نہیں

درسِ محبت لینا ہے تو صحابہؓ سے لو۔ عشقِ حسانہ ویراں ساز نے اُن سے اُن کے

بزرگوں، عزیزوں اور پیاروں کو چھڑایا۔ ہاں ان کے جگہ کے مکڑوں کو چھڑایا۔

اور انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول، دو جہاں کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سب کو چھوڑ دیا

ہاں وہ پاسدارِ ناموسِ مصطفیٰ تھے۔ تم اسی محبت کی پرورش کرنا۔

یتیموں کے جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان۔

اور سنیے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا فرما رہی ہیں:-

فصلی الملیک ولی العباد

رب العباد علی احمدؑ

(ترجمہ) احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بندوں کے بادشاہ، بندوں کے والی اور

بندوں کے پروردگار نے درود و سلام بھیجا ہے۔

اللہ اللہ ان اللہ و ملائکته یصلون علی الشیبي۔ ۷

اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم، رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام

بھیج رہے ہیں۔ ۷

کعبہ کا کعبہ روتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ایک آیت ہدایت کے لئے کافی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی

ساری تقریریں ایک طرف اور یہ آیت ایک طرف۔ اس نکتہ کو حضرت فاطمہ الزہراء

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سمجھا اور ہم کو سمجھایا۔ کاش ہماری سمجھ میں آجاتے۔!

اور دیکھئے ببل چنستان رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیا فرما رہے ہیں:-

۱۔ فاصسی سراجا مستنیرا ہادیا

یلوح کمالا ح الصیقل المہند ۳

(ترجمہ) وہ روشن چراغ اور ہادی بن کر تشریف لائے۔ اور اس طرح چمکے جس طرح

چمکاتی ہوئی تلوار چمکتی ہے۔

۱۔ یوسف النہمانی بحمۃ اللہ علی العالمین، ص ۲۱۱ بحوالہ شمس الدین ناصر اللہ مشقی، سلوۃ الکتیب لوفاۃ الحسن

علیہ القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۵۶

۲۔ ابوہریرہ عن ابن البرقی، تشریح دیوان حسان بن ثابت، بیروت ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۵

(ب) ما ان مدحت محمد اجمعت لتي
 لكن مدحت مقالتي بمحمد لـ
 (ترجمہ) میں نے اپنے کلام سے آپ کی تعریف نہیں کی بلکہ اپنے کلام کو آپ
 کے نام پاک سے سنوارا ہے۔

(ج) واحسن منك لمرقط عيني
 واجمل منك لمرتل النساء
 خلقت مبداء من كل عيب
 كانك قد خلقت كما تشاء لـ
 (ترجمہ) میری آنکھوں نے آپ سے بڑھ کر آج تک کوئی حسین نہ دیکھا، اور دنیا جہاں
 کی عورتوں کے آغوش میں آپ سے کامل واکمل پیدا ہی نہیں ہوا۔
 آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آپ نے
 چاہا، خالق نے ایسا ہی آپ کو بنا دیا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق و محبت سے بھر پور یہ تاثرات پڑھو اور پھر دیکھو
 کہنے والے نے کس دل سے کیا کیا کہہ دیا؟

سنو! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرما رہے ہیں؟

امین مصطفیٰ للخیرید عوا

كضوء البدر زایلہ الغمام لـ

(ترجمہ) وہ امین ہیں، برگزیدہ ہیں۔ بھلائی کی دعوت دیتے ہیں۔
 ہاں وہ چاندنی ہیں جس سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔

۱۔ غلام رسول گوہر: احسن الکلام۔ گوہر نظام، قصور

۲۔ عبد الرحمن البرقونی: شرح دیوان حسان بن ثابت، بیروت، ص ۶۶

۳۔ تاج الدین السبکی: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد رابع، ص ۱۶۱، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۲ھ

○ آپ نے ان گلزاروں کی سیر کی ————— اب بتائیے آپ نے زندہ گی کہاں پائی؟
 ان خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

○ آپ نے بہاریں کہاں دیکھیں؟ ————— ان خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

○ آپ نے روشنی کہاں پائی؟ ————— ان خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

○ آپ نے تازگی کہاں محسوس کی؟ ————— ان خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

سچ بتائیے ————— کسی کی رُو رعایت نہ کیجئے ————— وہی کہئے، آپ کا دل

جس کی گواہی دے ————— وہی بتائیے، آپ کا ایمان جس کی شہادت دے ————— بے شک

آں دیدہ کججا کہ در جمال تو رسد

آں عقل کججا کہ در کمال تو رسد

گیرم کہ تو پردہ بر گرفت ز جمال

آں رُوح کججا کہ در جلال تو رسد

کیا وہ محسنِ اعظم جو راتوں کو اپنی اُمت کی مغفرت و بخشش کے لئے اشکبار رہا۔ اور جب تک اُس

کے مولیٰ نے یہ پیغام نہ بھجوا دیا اُس کو چین نہ آیا۔۔۔

”ہاں کوئی دن گزرتے ہیں کہ ہم آپ کو آپ کی اُمت کی طرف سے خوش کر

دیں گے اور غمگین نہ ہونے دیں گے۔“

کیا اس احسانِ عظیم کا بدلہ یہی ہے کہ ہم آپ کی تعریف و توصیف کی بجائے آپ کے حضور

زبان کو ایسا بے لگام کر دیں کہ خود گویا تشرمانے لگے۔۔۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں!

میرے بزرگو! اور میرے عزیزو! ————— بات کسی عالم کے وقار کی نہیں ————— بات

وقارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔۔۔ کیا کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لئے بھی یہ حریت

کر سکتا ہے کہ وہ اپنی کسی بھی شخصیت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو تہربان کر دے

————— نہیں نہیں ————— معاذ اللہ، معاذ اللہ ————— ہرگز نہیں، ہرگز نہیں —————

